شمارہ نمبر 9 جلد نمبر 2

یکے از مطبوعات بسم اللہ پبلی کیشنز

ماہنامہ

مناقبِ صحابہ

فیصل آباد

جمادی الثانی 1427ھ جولائی 2006ء

جگر گوشہ پیغمبر

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا

سیدنا ابوبکر صدیق

قرآن کی نظر میں

حدیث کی نظر میں

صحابہ کی نظر میں

رفیق ہجرت، صاحب غار و مزار
خلیفہ رسول، ثانی اثنین، امام المسلمین

خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

سیرت و سوانح

مقام صحابہ کرام

حافظ دوست محمد قریشی

مسلمانوں کا عروج و زوال

تاریخ اسلام کی روشنی میں

CamScanner

ہمارے ہاں درج ذیل کتب دستیاب ہیں

خطبات خالد	جلد اول	علامہ خالد محمود	536 صفحات	240/-
خطبات خالد	جلد دوم	علامہ خالد محمود	448 صفحات	220/-
تجلیات طارق	جلد اول	مولانا طارق جمیل	416 صفحات	180/-
تجلیات طارق	جلد دوم	مولانا طارق جمیل	416 صفحات	180/-
خطبات مکی	جلد اول	مولانا محمد مکی	400 صفحات	180/-
فضائل بیت اللہ		مولانا محمد مکی	144 صفحات	90/-
بنائے کعبہ		مولانا محمد مکی	32 صفحات	20/-
فضائل زمزم		مولانا محمد مکی	48 صفحات	25/-
قرآن اور فاروق اعظم		مفتی عظمت اللہ	80 صفحات	45/-
حدیث اور سنت میں فرق		علامہ علی شیر حیدری	32 صفحات	25/-
سنت کا راستہ		علامہ علی شیر حیدری	24 صفحات	20/-
اصحاب کہف		علامہ علی شیر حیدری	32 صفحات	25/-
چل سکو تو ساتھ دو		علامہ علی شیر حیدری	40 صفحات	25/-
برکات درود شریف		علامہ علی شیر حیدری	32 صفحات	20/-
مقصدِ میلاد		علامہ علی شیر حیدری	32 صفحات	25/-
میلاد کی حقیقت		علامہ علی شیر حیدری	32 صفحات	25/-
سیدنا سعد بن معاذ		اشرف محمد الوحش	32 صفحات	20/-
سیدنا عمرو بن الجموح		اشرف محمد الوحش	32 صفحات	20/-

بسم اللہ پبلیکیشنز
علی سنٹر فسٹ فلور شمی محلہ گلی نمبر 8 بھوانہ بازار فیصل آباد
فون: 041-2604175 موبائل: 0300-7610220

Monthly Urdu Magazine
MANAQIBAHAHABA
Faisalabad Pakistan

ماہنامہ
مناقب صحابہ
فیصل آباد

جمادی الثانی 1427ھ جولائی 2006ء

مدیر اعلیٰ
حافظ عبدالغفار انور

مدیر
ڈاکٹر عبدالجبار علوی

آئینہ مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
1	اداریہ	5
2	نظم	6
3	سوانح صدیق اکبرؓ	7
4	صحابہ کرامؓ کا مقام	15
5	قرآن اور صدیق اکبرؓ	19
6	صدیق اکبرؓ احادیث کی	23
7	صدیق اکبر صحابہؓ کی	25
8	صدیق اکبرؓ کی رشتہ داری	27
9	صحابہ اور قرآن مجید	31
10	سیدہ رقیہؓ	36
11	عہد رسالت میں	41
12	مسلمانوں کا عروج وزوال	45

ہدیہ 18/ روپے

سالانہ زرتعاون: 180 روپے

یکے از مطبوعات: بسم اللہ پبلی کیشنز

ترسیل زر اور خط و کتابت کیلئے

علی سنٹر، پہلی منزل، منشی محلہ، گلی نمبر 8، بھوانہ بازار۔ فیصل آباد

041-2604175 0300-7610220 0301-6061926

☆......کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ سے صفدر علی عثمانی لکھتے ہیں: دوست کے ہاں مناقب صحابہ پڑھا اور یہ بہت ہی پسند آیا آپ مہربانی کر کے ہر مہینہ یہ بھیج دیا کریں۔ بہت ہی مشکور ہوں گا۔

☆......محمد شعیب تلہ گنگوی' محمد زبیر مردانوی' ممتاز خان راٹھور' عصام احمد' عثمان لیاقت' محمد تنویر' اشاعت القرآن حضرو ضلع اٹک سے لکھتے ہیں کہ: مناقب صحابہ ملا پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی کیوں کہ ماہنامہ میں توحید خداوندی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور آپ کی مقدس جماعت صحابہ کرام کی بہادری و شجاعت پر مبنی واقعات پڑھنے کو ملتے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ رب العزت اس کو ترقی دے۔

☆......قاری محمد عابد قاسمی کوٹلہ ارب علی خان تحصیل کھاریاں ضلع گجرات سے لکھتے ہیں کہ: مناقب صحابہ پہنچ گیا پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اس شمارے کے معاونین' مخلصین' قارئین کی محنت کو قبول فرمائے اور اس رسالے کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ (آمین)

☆......عبدالواجد غفاری گجرات کوٹلہ ارب علی خان سے لکھتے ہیں کہ: بڑے انتظار کے بعد مناقب صحابہ اپنے خوبصورت ٹائٹل کے ساتھ چمکتا دمکتا ملا تو مارے خوشی کے باغ باغ ہو گیا۔ جب کھول کر تحریروں پر نظر پڑی تو دل سے پوری ٹیم کے لئے دعائیں نکلیں۔

☆......قاری حافظ محمد عبداللہ انور ڈیروی' متعلم مدرسہ عربیہ نجم المدارس کلاچی بستی دین پور ضلع ڈیرہ اسماعیل خان صوبہ سرحد سے لکھتے ہیں کہ: آپ نے یہ رسالہ "مناقب صحابہ" شائع کیا ہے اس رسالے کو اللہ پاک چار چاند لگائے اور اللہ تعالیٰ آپ کی اس خدمت کو اپنے دربار میں قبول فرمائے۔ (آمین)

☆......حکیم حافظ ارشاد احمد دیوبندی' ظاہر پیر سے لکھتے ہیں کہ: ماہ رواں کا جریدہ مناقب صحابہ بندہ کی دلی تمنا اور قلبی آرزو کے ساتھ رسالہ سائز کی صورت میں نظر نواز ہوا۔ بہت ہی اچھا ہوا کہ آپ حضرات نے اہلسنت والجماعت کے ترجمان جریدہ مناقب صحابہ کو اپنے اصلی اور حقیقی سائز میں تبدیل کر کے ہم سب قارئین کی دلی آرزو کی تکمیل کر دی ہے۔ اب ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی اشاعت میں بھی ضرور اچھا خاصا اضافہ ہوگا اور قارئین کرام کی دلچسپی میں بھی بہت عمدہ تبدیلی آئے گی۔

☆..........☆..........☆..........☆..........☆

خوشخبری

امہات المومنین کے فضائل ومناقب اور مختصر حالات زندگی پر مبنی انتہائی خوبصورت اور دیدہ زیب چارٹ خوبصورت ڈیزائن میں دستیاب ہے۔

اپنے گھروں میں لگائیے — دوستوں کو تحفہ میں دیجئے — ہدیہ 25 روپے فی چارٹ

اس کے علاوہ ہمہ قسم کے سٹکرز بھی دستیاب ہیں۔ 041-2604175

ملنے کا پتہ

0301 6061926 0300 7610220

بسم اللہ پبلی کیشنز منشی محلہ گلی نمبر 8 علی سنٹر فسٹ فلور بھوانہ بازار فیصل آباد

22 جمادی الثانی

یوم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سرکاری سطح پر منایا جائے

ہنگامی و عارضی فیصلے آرڈیننس اور اقدامات کسی مسئلے کا نہ تو حل ہیں اور نہ ہی عوام انہیں قبول کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اگر کسی مصلحت کے پیش نظر کوئی اپنے مطالبات تسلیم کروانے سے ساکت و خاموش ہو جائے یا ملکی سالمیت اتفاق و اتحاد کے پیش نظر وقتی طور پر جز وقتی پابندی قبول کر لے تو اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ اس تحریک اور آواز پر مکمل طور پر قابو پا لیا یا یہ پابندی ہی اس مسئلے کا آخری اور پائیدار حل ہے قطعاً غلط ہے۔ جب تک اختلافات و فسادات کے اصل محرکات کا کھوج لگا کر ان کا خاتمہ نہ کیا جائے اس وقت تک نہ پابندی حل ہے اور نہ نظر بندی۔

پاکستان کی اکثریتی آبادی اہلسنت والجماعت پر مشتمل ہے لیکن اکثریتی آبادی کے جذبات و حقوق ہمیشہ سے ہی پامال کر کے اہلسنت والجماعت کی حق تلفی کی جاتی رہی ہے اور تا حال یہ سلسلہ جاری ہے۔

صحابہ کرام بالخصوص خلفائے راشدین کے ایام ہائے وفات و شہادت پر میڈیا اور دیگر سرکاری ذرائع ابلاغ خاموش ہیں۔ شہید کربلا سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ عنہما کی تاریخ شہادت پر سرکاری طور پر دو چھٹیاں اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جو سیدنا حسین (رضی اللہ عنہ) کے والد گرامی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ہیں ان کی تاریخ شہادت پر ایک چھٹی بھی نہ ہونا کہیں اختلافات کی بنیاد تو نہیں بن رہی؟ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوہرے داماد اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہم زلف اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے خالو کی تاریخ شہادت پر سرکاری سطح پر اظہار لاعلمی کہیں شکوک و شبہات کو جنم تو نہیں دے رہا؟ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سسر خلیفہ ثانی 'سیدنا علی المرتضیٰ کے داماد اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے بہنوئی کی تاریخ شہادت پر سرد مہری کہیں کسی کی حق تلفی کا سبب تو نہیں بن رہی؟ خلیفہ اول جانشین پیغمبر سیدنا صدیق اکبر جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سسر کی تاریخ وفات پر ایک بھی تعطیل کا نہ ہونا' کہیں یکطرفہ کارروائی کی عکاسی تو نہیں کر رہا؟ یہ وہ سوالات و مطالبات ہیں جو روز اول سے ہی پاکستان کی تقدیر میں لکھے گئے لیکن ہر آنے والا حکمران ان کا مستقل حل کرنے کی بجائے اس کو وقتی مسئلہ یا چند مٹھی بھر افراد کی طرف منسوب کر کے پس پشت ڈال دیتا ہے۔ حالانکہ غیر جانبدارانہ سروے کیا جائے تو یہ مطالبات حق بجانب ہیں۔ ہماری وقت کے بااختیار حکمرانوں سے دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ ان مسائل کو حل کر کے ملک سے فرقہ واریت کا حقیقی خاتمہ کر کے اپنے سر پر کریڈٹ کا سہرا سجالیں کیوں کہ ملک اب مزید دہشت گردی اور اختلافات کا متحمل نہیں۔

نظام خلافت راشدہ کو آئیڈیل بنایا جائے

مہنگائی میں روز افزوں اضافہ ہر آنے والے حکمران اور عوام میں جہاں دوریاں بدگمانیاں اور نفرتوں کے بیج بوتا ہے وہاں ملکی وقار سالمیت اور مضبوط معیشت کے بھی تار پود بکھیرتا ہے۔ گذشتہ چند سالوں سے مہنگائی جس تیزی سے عوام کو اپنی لپیٹ میں لے رہی ہے اگر اس کی روک تھام کے لئے مناسب بروقت اقدامات نہ کئے گئے تو یہ پاکستان کو "غربستان" میں تبدیل کر دے گی۔ عوام کے لئے بنیادی ضروریات کا حصول دشوار سے دشوار ترین ہوتا جا رہا ہے۔ دیکھتے دیکھتے اشیائے صرف کی قیمتوں میں اچانک ہوش ربا اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور ملک کی آبادی جو زیادہ تر غریب طبقہ پر مشتمل ہے مزید بوجھ تلے دب جاتی ہے لیکن بالائی طبقہ کی بے حسی اور سنگدلی کا یہ حال ہے کہ چند اخباری بیانات کو اس کے تدارک کے لئے کافی سمجھا جاتا ہے۔ حقیقتاً مفاد پرستی اور خود غرضی کے اس عفریت کا تعاقب نہیں کیا جا رہا جس کو نادیدہ قوتوں کی طرف سے حفاظتی چھتری حاصل ہے اور اس کے سائے میں یہ مہنگائی کا عفریت غریب عوام کے جسموں میں مضبوط پنجے گاڑ کر خون چوسنے میں مصروف ہے۔

ملک میں ڈکیتی' راہزنی' چوری' جیب تراشی' حلال و حرام کی تمیز کا خاتمہ اور خودکشی تقریباً مہنگائی ہی کی پیداوار ہیں جو مہنگائی کی شرح کے ساتھ ساتھ روبہ ترقی ہیں گویا مہنگائی ملک میں ام الامراض بنتی چلی جا رہی ہے جبکہ دوسری طرف قوم کی تقدیر کے رکھوالوں اعلیٰ حکام کے ذاتی اخراجات کے اعداد و شمار سینکڑوں ملین ڈالرز اور اراکین اسمبلی وزیروں مشیروں کی تنخواہوں میں اضافے کی خبریں غریب عوام کی غربت کا مذاق اڑا رہی ہیں۔

مہنگائی سمیت تمام خرابیوں کا حل نظام خلافت راشدہ کے احیاء میں مضمر ہے۔ یہ وہ ایسا سنہری پر امن اور اخلاق و مروت سے بھرپور دور تھا کہ خلیفۂ وقت امیر المومنین سمیت حکام و عمال سادہ ترین زندگی گزار کر عوام کو ضروریات زندگی وافر مقدار میں مہیا کیا کرتے تھے اور عوامی ضروریات کو مد نظر رکھ کر ہی مستقبل کے فیصلے ہوا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ خلافت راشدہ کے دور میں ذمی (غیر مسلم) معذوروں (بوڑھوں) کے وظیفے بھی مقرر تھے یہی وجہ تھی کہ خلافت راشدہ کے تیس سالہ دور میں چوری و ڈکیتی کے واقعات ناپید اور خودکشی کا نام و نشان تک نہ تھا۔ ہمیں اور ہمارے حکمرانوں کو بھی نظام خلافت راشدہ کو آئیڈیل بنا کر آنے والے اور نئے پیدا ہونے والے چیلنجوں کا مقابلہ کرنا ہوگا۔

ہمارے ملک میں دال روٹی اور ضروریات زندگی کا حصول مشکل ترین اور فحاشی و بے حیائی کے آلات و اسباب اور نشہ آور اشیاء کا حصول آسان ترین جبکہ غیر مسلم ممالک میں معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ یہ ایک ایسا خاموش سوال ہے جس کا جواب ہر ذی شعور حکمران و عوام کے ذہن میں موجود ہے اگر کوئی سمجھے۔

افلا تعقلون........ افلا تتفکرون

CS CamScanner

یا اللہ تیرا شکرادا کرتے ہیں ہم لوگ

یا اللہ! تو نے ہمیں خاتم النبیین کی محبت سے نوازا
یا اللہ! تو نے ہمیں اصحاب محمدؐ کی الفت سے نوازا
یا اللہ تیرا شکر ادا کرتے ہیں ہم لوگ

صدیق سے عمرؓ سے عثمانؓ و علیؓ سے
لیا ہے امن کا سبق ہم نے سبھی سے
یہ پیغام امن سب کو دیا کرتے ہیں ہم لوگ

اسلام کی عظمت ہمارے چہروں سے عیاں ہے
اغیار پہ اصحاب کی تعریف گراں ہے
وہ سمجھتے ہیں کہ خطا کرتے ہیں ہم لوگ

کردار صحابہ کا زمانے کو بتائیں گے ہم
اصحاب کی تعریف میں اشعار سنائیں گے ہم
یہ فرض تو سب کا ہے ادا کرتے ہیں ہم لوگ

اصحاب کی توہین ہوتی نہیں ہم سے گوارا
ہاں اصحاب محمد پہ تنقیص کے علاوہ
ہر ظلم وستم برداشت کیا کرتے ہیں ہم لوگ

بھولیں گے ہمیں پھول نہ زہرا کے چمن کے
شیدائی ہیں ہم حسنؓ وحسینؓ کے
ذکر ان کا شب وروز کیا کرتے ہیں ہم لوگ

ایمان کی دولت نہ لٹیرا کوئی ہم سے لوٹے
اصحاب کا دامن ہاتھوں سے نہ چھوٹے
ہر وقت دعا دل سے کیا کرتے ہیں ہم لوگ

کچھ بھی دل بے تاب پہ رہتا نہیں قابو
آنکھوں میں چھلک آتے ہیں ارشاد کے آنسو
جب ذکر اصحاب رسول کیا کرتے ہیں ہم لوگ

اصحاب محمد پہ جان کریںگے قربان ہم لوگ
کفر سے پوچھ لیں یہاں وارث قرآن ہم لوگ
آداب پابندیٔ قانون وفا کرتے ہیں ہم لوگ

﴿تخلیق: حافظ ارشاد احمد دیوبندی' ظاہر پیر ضلع رحیم یار خان﴾

خلیفہ رسول، امام المسلمین، صاحب الغار

سوانح سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

ولادت سے وفات تک

از: مولانا محمد نافع مدظلہ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے دین کے احیاء و ابقاء کے لئے ایک مخصوص جماعت کو منتخب فرمایا جن کی ساری زندگی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں وقف تھی۔ اعلائے کلمۃ اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کے نام کو بلند کرنا مقصود حیات سمجھتے تھے۔ نفسانی اغراض یا ذاتی مفاد کو مذہب اسلام کے سامنے ختم کیے ہوئے تھے۔ زندگی کا نصب العین صرف اللہ تعالیٰ کے حکم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی روشنی میں دنیا میں رائج کر کے آخرت کو سنوارنا تھا۔ اس محبوب مقصد کی خاطر اللہ والوں کی اس مختصر جماعت نے اپنی جان، مال، قرابت واقتدار تک سب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر قربان کر دیا۔ دین اسلام کی کامیابی کے لئے ہر طرح کی قربانی پیش کر کے آخرت کی سرخ روئی حاصل کی۔

اصل بات یہ ہے کہ ان حضرات کا یہ دینی ایثار اور یہ جذبہ اسلامی فطرت کے طور پر قدرت نے ان میں ودیعت کر دیا۔ یہ انتخاب ازلی تھا جو ان فدایان اسلام کے لئے مخصوص ہوا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دل دیکھے تو ان میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو سب سے بہتر پایا۔ اس لئے ان کو چن لیا اور آپ کو پیغمبر بنا کر مبعوث فرمایا۔ پھر آپ کے دل کے بعد اپنے بندوں کے دل دیکھے تو آپ کے اصحاب کے دل کو سب سے بہتر پایا اس لئے ان کو آپ کا وزیر بنایا اور ان کو ان کے دین کا مددگار و معاون بنایا جو آپ کے دین کے لئے جنگ کرتے ہیں............................. (کنز العمال ج 6 ص 311 طبع اول)

ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

''یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہے دیتا ہے''

اس مضمون میں اللہ تعالیٰ کی اس منتخب شدہ جماعت کی افضل ترین شخصیت کے چند مختصر سے حالات وفضائل پیش کرنا مقصود ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سیدر دوں کی برکت سے ہماری آخرت بھی درست فرمائے.............................. (آمین)

ولادت و نام ونسب:

سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی عبداللہ، لقب صدیق وعتیق دونوں ہیں۔ باپ کا نام عثمان جن کی کنیت ابو قحافہ بن عامر ہے اور آٹھویں پشت مرہ بن کعب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتے ہیں۔ والدہ کا نام سلمیٰ اور ان کی کنیت ام الخیر ہے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیوی کو ام رومان کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ولادت عام الفیل سے تین سال بعد 573ء میں ہوئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ دو سال چند ماہ چھوٹے ہیں۔

قبل از اسلام قوم میں صدیق اکبر کا مقام:

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اسلام سے پہلے قبائل واقارب میں راست گوئی، امانت ودیانت میں مشہور تھے۔ اہل مکہ ان کو علم، تجربہ اور حسن خلق کے باعث معزز ومحترم سمجھتے تھے۔ خصوصاً علم الانساب اور اخبار عرب (اس زمانہ کی یہ علمی فوقیت مسلم تھی) کے ماہر تھے۔ قوم میں آپ پر صداقت وحقانیت کی بناء پر بڑا اعتماد تھا۔ قبیلہ بنو تیم میں خون بہا اور تاوان کا فیصلہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں تسلیم کیا جاتا تھا۔ جس چیز پر ابو بکر صدیق اتفاق کر لیتے اس کو تمام قریش مان جاتے' ان کے بغیر کوئی دوسرا اقرار کرتا تو کوئی اس کا ساتھ نہ دیتا۔

آپ طبعاً برائیوں اور کمینہ خصلتوں سے محترز رہتے تھے۔ آپ نے جاہلیت ہی میں شراب اپنے اوپر حرام کر رکھی تھی اور شراب نوشی میں انسانی آبرو کا نقصان کہتے تھے۔ کسی نے آپ سے پوچھا کہ کبھی آپ نے شراب بھی پی ہے؟ آپ نے فرمایا نعوذ باللہ کبھی نہیں پی۔ اس نے پوچھا کیوں؟ آپ نے فرمایا میں نہیں چاہتا تھا کہ میرے بدن سے بو آئے اور مروت زائل ہو۔ یہ بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پہنچی تو آپ نے دو مرتبہ فرمایا کہ ابو بکر سچ کہتے ہیں۔

(کنز العمال جلد 6 ص 313)

اسلام قبول کرنا:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ابتداء ہی سے خاص انس وخلوص تھا اور آپ کے حلقہ احباب میں داخل تھے۔ چنانچہ تجارت کے سفروں میں بھی ہمراہی کا شرف حاصل ہوتا تھا۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سلیم الطبع' حق پسند اور حق پرست انسان تھے۔ یہی وجہ تھی کہ جب ان کو آنحضور نے دعوت اسلام دی تو آپ نے کچھ پس وپیش نہ کیا فوراً قبول کر کے حلقہ بگوشان اسلام میں شامل ہو گئے اور اپنی طرف سے امداد ونصرت کا وعدہ کیا۔ جس کو نہایت خوبی کے ساتھ پورا کیا۔ جس روز ایمان لائے اس روز ان کے پاس چالیس ہزار درہم تھے آپ نے وہ سب کے سب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صرف کر دیئے۔ اس حسن صداقت کی تصدیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے اس طرح ظاہر ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بجز ابو بکر کے جس کو میں نے اسلام کی دعوت دی اس نے کچھ نہ کچھ پس وپیش ضرور کیا۔ "اللہ اکبر" صدیق اکبر ہی وہ شخصیت ہے جس کو سب سے پہلے آنحضرت سے مل کر نماز پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

گو تقدم فی الاسلام میں محدثین ومؤرخین کا کلام

ہے مگر راجح قول اس طرح ذکر کیا جاتا ہے کہ ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا عورتوں میں، حضرت علی رضی اللہ عنہ بچوں میں، حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ غلاموں میں اور سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آزاد بالغ مردوں میں سب سے اول مومن ہیں۔

(فتح الباری ج: 7 ص: 130 تحت اسلام ابی بکر)

اشاعت دین:

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسلام لاتے ہی دین حنیف کی نشر و اشاعت کی جدوجہد شروع کر دی۔ ان کی کوششوں سے حضرت عثمان بن عفان، زبیر بن عوام، عبدالرحمٰن بن عوف، طلحہ بن عبیداللہ، سعد بن ابی وقاص، ابوعبیدہ، ابوسلمہ، خالد بن سعید ابن العاص رضی اللہ عنہم جیسے اکابر قوم اسلام میں داخل ہوئے۔ یہ آسمان اسلام کے نجوم تاباں ہیں، ان تمام درخشندہ ستاروں کا مرکز شمسی صدیق اکبر کی ذات گرامی ہے۔

ادھر کثیر تعداد غلاموں اور لونڈیوں کی تھی جو نور اسلام سے منور ہو چکی تھی لیکن اپنے مشرک آقاؤں کے پنجہ استبداد میں گرفتار ہونے کے باعث طرح طرح کی اذیتوں میں مبتلا تھے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان تمام بندگان توحید کو ان کے جفاکار مالکوں سے خرید کر آزاد کر دیا۔ چنانچہ بلال بن رباح حبشی، عامر بن فہیرہ، نہدیہ وغیرہ نے صدیقی جود و کرم سے نجات پائی۔

مکی زندگی اور ماحول کی مشکلات:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت کے بعد کفار کی ایذا رسانی کے باوجود تیرہ برس تک مکہ میں دینی تبلیغ و اشاعت کا سلسلہ جاری رکھا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس مشکل ترین اوقات میں جان، مال، رائے، مشورہ غرض ہر حیثیت سے پورے متعاون اور کامل دست و بازو ہے۔

چنانچہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز صبح و شام ہمارے گھر میں تشریف لایا کرتے، ایک دوسرے سے حالات لئے دیئے جاتے دیر تک یہ ہمدردانہ مجلس راز قائم رہتی۔

(بخاری شریف ج: 1 ص: 552)

جب قبائل عرب اور عام مجمعوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ و ہدایت کے لئے تشریف لے جاتے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی ہمرکاب ہوتے اور اپنی نسب دانی اور کثرت ملاقات کے باعث لوگوں سے آپ کا تعارف کراتے۔ (کنز العمال ج: 6 ص: 319 طبع اول)

کفار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طرح طرح کی دست درازی اور تعدی کرتے تو یہ مخلص جانثار ہر موقع پر خود خطرے میں پڑ کر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوری مدافعت کرتے۔

چنانچہ ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے قریب نماز پڑھ رہے تھے تو عقبہ بن ابی معیط نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گلے مبارک میں چادر سے پھندا ڈال دیا۔ یعنی زور سے گلا گھونٹ دیا، ادھر سے ابوبکر رضی اللہ عنہ پہنچے۔ انہوں نے اسے کندھوں سے پکڑ کر دفع کیا اور کہا کہ:

"یعنی کیا تم ایسی ذات گرامی کو قتل کرنا چاہتے ہو جس کا فرمان ہے کہ میرا رب صرف اللہ ہے"

(بخاری شریف ج: 1 ص: 14 ط)

ہجرت کا قصد:

غرض جب مشرکین مکہ کے مظالم حد سے بڑھ گئے اور ان کی سختیوں، چیرہ دستیوں کی انتہا نہ رہی تو موحدین کو ہجرت کی اجازت ہوئی۔ سب سے پہلے چند مسلمانوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ اس سلسلہ میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی ان مصائب و آلام سے تنگ آ کر ملک حبشہ کی طرف ترک وطن کا ارادہ کر کے نکل پڑے۔ برک الغماد کے مقام پر پہنچتے ہیں تو قبیلہ قارہ کے سردار ابن الدغنہ سے ملاقات ہوئی۔ ابن الدغنہ نے کہا کہ کہاں کا قصد ہے؟ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے قوم نے جلاوطن کر دیا ہے اب کسی دوسری جگہ کا ارادہ ہے کہ آزادی سے وہاں اپنے رب تعالیٰ کی عبادت کر سکوں۔ ابن الدغنہ نے یہ ماجرا سن کر کہا کہ:

اے ابوبکر! آپ جیسی بزرگ ترین، برگزیدہ اخلاق ہستی اس قابل نہیں کہ اس کو ترک وطن پر مجبور کیا جائے۔ آپ کی بلند اخلاقی کا تو یہ عالم ہے کہ جس کے پاس خرچ نہ ہو اس کو کما کر دیتے ہیں اور اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرتے ہیں اور لوگوں کے بوجھ (بوقت ضرورت) آپ اٹھاتے ہیں، مہمانوں کو آپ کی مہمانی دیتے ہیں۔ صحیح معاملات میں آپ لوگوں کی معاونت اور مدد کرتے ہیں۔ لہٰذا آپ کو لوگوں کے شر سے پناہ اور امان میں لیتا ہوں آپ واپس مکہ تشریف لے چلئے۔

(بخاری شریف ج: 1 ص: 553)

صدیقی اخلاق کفار کی زبانی:

ابن الدغنہ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ واپس مکہ پہنچے۔ ابن الدغنہ نے رات کو اشراف قوم اور سرداران قریش سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے معاملہ میں بات چیت کی کہ ایسا آدمی جلاوطنی کے ہرگز قابل نہیں ہے۔ کیا تم ایک ایسے شخص کو ملک بدر کرنا چاہتے ہو جس کے ایسے محمود عادات و اطوار ہیں کہ:

یکسب المعدوم ویصل الرحم ویحمل الکل ویقری الضیف ویعین علی نوائب الحق

(بخاری شریف ج: 1 ص: 552)

صدیقی اخلاق کا یہ نمونہ کافر شخص، مخالف اسلام کا بیان کردہ ہے۔ جو شخص صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے نہ اسلامی رشتہ رکھنے والا ہے نہ نسبی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بلند کرداری کی یہ مختصر تصویر دیکھ کر اہل انصاف اندازہ لگا سکتے ہیں کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا کیا مقام ہے۔ اپنوں سے رابطہ کی خوش اسلوبی، غیروں سے انس مؤانست کا سلسلہ، غریبوں اور بے نواؤں کی دلداری اور خدمت گزاری، مہمانوں کی مہمان نوازی، برحق کے معاملہ میں صاحب حق کی حمایت اور روا داری، غرض تمدن و معاشرت کا کونسا پہلو ہے جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے چھوٹا ہوا نظر آئے۔

اس کے بعد قریش ابن الدغنہ کی امان اور سفارش کو رد نہ کر سکے اور کہنے لگے ابوبکر کو کہہ دو کہ وہ اپنے رب کی عبادت بے شک کرے مگر اتنی بات ضروری ہے کہ اپنے گھر کی چار دیواری کے اندر اندر ہی نماز اور قرآن مجید پڑھتا ہوگا اور ساتھ یہ ہے کہ "لا یستعلن" یعنی عبادت کے وقت آواز بلند نہیں کرنی ہوگی اس لئے کہ فانا ان نخشی نساءنا وابناءنا یعنی ہمیں اپنی عورتوں اور بیٹوں کے متعلق خوف ہے کہ کہیں ان کی نماز دیکھ کر اور قرآن سن کر اثر نہ قبول کر لیں۔

(بخاری شریف ج: 1 ص: 552)

سابقہ گفت و شنید کے بعد ابن الدغنہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو جا کر کہا کہ ان شرائط و ضوابط کے ماتحت آپ صرف اپنے گھر میں عبادت کر سکتے ہیں۔

یہ مشروط سی اجازت ملنے کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ کیا کہ اپنے گھر کے صحن میں ایک چھوٹی سی مسجد تیار کر لی اس میں اوقات معینہ میں عبادت وتلاوت کرنے لگے۔

صدیق اکبر کی عبادت میں قدرتی تاثیر:

کان رجلا بکاء لا یملك دمعیه

یعنی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بہت رو رو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے شخص تھے۔ اس وقت ان کے آنسو تھم نہیں سکتے تھے۔

(بخاری شریف ج 1 ص 553)

حسب دستور جب گھر کی مسجد میں عبادت وتلاوت کرنے لگے تو کفار مشرکین کی عورتیں اور اولادیں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اس عجیب و غریب روحانی آواز پر جمع ہو جاتیں۔ اس پُر تاثیر اجتماع اور پُر کیف مجمع کو دیکھ کر سرداران قریش سے نہ رہا گیا' گھبرا کر فوراً ابن الدغنہ کو اطلاع دی کہ یہ معاملہ تو ہم سے برداشت نہیں ہو سکتا۔ ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کو اس تلاوت قرآن اور نماز سے بالکل منع کر دو۔ یہ سب کچھ ترک کر دیں اور خاموش ہو جائیں۔ اے ابن الدغنہ! ہم نے تیرے عہد کو توڑنا ناپسند جانا ہے اس لئے تجھے اس کی اطلاع پہلے کر دی ہے اس کا انتظام کیا جائے۔

اس معاملہ کو طے کرنے کے لئے ابن الدغنہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پھر پہنچے اور کہا کہ ہماری قوم آپ کی عبادت اور قرآن خوانی سے سخت خائف ہے۔ لہٰذا آپ یہ ذکر یہ عبادت چھوڑ دیجئے یا میں امان اور پناہ جو میں نے آپ کو قوم سے حفاظت کے لئے دے رکھی ہے واپس لیتا ہوں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

اے ابن الدغنہ! میں تیری پناہ وامان کو تجھے واپس کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی پناہ پسند کرتا ہوں اور اسی کی امان لیتا ہوں۔ (بخاری شریف ج 1 ص 553)

سبحان اللہ اصدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خشوع اور خضوع سے ہر نماز اثر مقناطیسی رکھتی تھی اور پھر اس میں قرآن مجید کی تلاوت اور زیادہ جادو کی تاثیر پیدا کر دیتی تھی۔ اس لئے ان کو اس قسم کی کڑی شرائط عائد کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ کفار مکہ کے یہ قول کہ:

لا یستعلن به وانا نخشی ان یفتن نساء نا وابناء نا

جہاں ان کے خوف و ہراس کو ظاہر کر رہے ہیں وہاں دراصل یہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی حقانی عبادت ہونے کی بین دلیل ہے اور مقبول خداوندی ہونے کی ظاہر نشانیاں ہیں۔ کفار اپنے خیالات میں تو اپنے مخالف سے بغض و عناد کی بناء پر غیر متاثر ہونے کی تعبیریں کر رہے ہیں اور ساتھ ساتھ ان کی عبادت ان کی روحانیت اور نورانیت کے برق تاثیر ہونے کا پورا پورا ثبوت دے رہے ہیں۔

فلله در صداقه ...... اس موقع پر ناظرین یاد رکھیں کہ یہ پہلی مسجد زمانہ اسلام میں ہے جس کی بنیاد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کے صحن میں ان ہزاروں مشکلات و مصائب کے ہوتے ہوئے ڈالی اور اللہ تعالیٰ کے کلام کی تلاوت کا مرکز بنایا۔ اس پر کفار مکہ بچارے بہت نالاں تھے۔ بڑے اختلافات وتنازع کھڑے کئے مگر خدا کے رسول کے اس جانثار ساتھی اور اس صداقت کے پہاڑ نے بڑے استقلال کے ساتھ یکا رخیر تا ہجرت علی رغم انف قریش جاری رکھا۔

رضی الله تعالیٰ عنه وجزاه الله احسن الجزا

ہجرت مدینہ:

اسی اثناء میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو فرمایا کہ مجھے مقام ہجرت دکھایا گیا ہے وہاں کھجور کے درخت کثرت سے ہیں۔ اس سے مراد مدینہ طیبہ تھا۔ مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے موافق مکہ سے ہجرت کر جانا شروع ہوئے اور جو حبشہ وغیرہ میں گئے ہوئے تھے وہ بھی مدینہ کی طرف رجوع کرنے لگے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی مدینہ کی طرف ہجرت کی تیاری کی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا:

علی رسلك فانی ارجوان یوذن لی۔

"آپ ٹھہر جایئے جلت نہ کیجئے' امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے بھی حکم ہوگا"۔

تو صدیق اکبر نے نہایت تعجب سے عرض کیا:

هل ترجو ذالك بابی انت

"میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں' کیا آپ کو بھی حکم ہجرت ہوگا"۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً فرمایا کہ "ہاں" عرض کی کہ مجھے بھی ہمراہی کا شرف حاصل ہوگا؟ آپ نے فرمایا:..... "ہاں تم ساتھ چلو گے"۔ اس بشارت کے بعد صدیق اکبر نے ارادہ ملتوی کر دیا اور چار ماہ تک منتظر رہے۔ اس انتظار حکم کے زمانہ میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دو اونٹ سواری کے لیے مہیا کیے اور ان کی خاص نگرانی سے پرورش کرتے رہے تاکہ وقت ضرورت کام آ سکیں۔

ایک دن صدیق اکبر رضی اللہ عنہ گھر بیٹھے ہوئے تھے۔ دن ڈھلے نہایت گرمی کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خلاف معمول تشریف لائے اور فرمایا کہ ہجرت کا اذن ہو چکا ہے' تیار ہو جایئے چلنے کی صورت کی جائے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: دو سواریاں اسی سفر کی خاطر پہلے سے موجود ہیں لہٰذا ہماری طرف سے بالکل تیاری ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ اور اسماء (دونوں صدیق اکبر کی بیٹیاں ہیں۔ اسماء عمر میں صدیقہ سے دس سال بڑی تھیں) نے جلدی سے رخت سفر تیار کیا۔ زاد راہ جو کچھ میسر ہو سکا اسے تھیلے میں ڈالا' اس جلدی کے موقع میں اسباب سفر کے باندھنے کے لیے رسی نہ مل سکی' فوراً اسماء ڈوپٹا کو پھاڑ کر رسی کی جگہ پٹکا کو کام میں لائیں۔ اسماء کے اس کمال اخلاص اور چستی کو دیکھ کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ذات النطاقین کا لقب عطا فرمایا اور اس پر اسماء تمام عمر فخر کرتی تھیں۔

غار ثور کی صحبت:

اس مختصر سے قافلہ کی پہلی منزل غار ثور تھی۔ ابوبکر صدیق پہلے غار کے اندر داخل ہوئے اور تمام جگہ درست کی۔ سوراخ وغیرہ بند کئے۔ جب اندر بیٹھنے کی جگہ کی مکمل صفائی کر لی تو اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی:..... آپ اندر تشریف لایئے۔ آپ غار میں داخل ہوئے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زانو پر سر مبارک رکھ کر آرام فرمانے لگے۔

ادھر کفار مکہ کی طرف سے بڑی شدت سے تلاش

شروع تھی۔ اس قافلہ کی گرفتاری کے صلہ میں بڑے انعام مقرر ہو چکے تھے۔ جستجو اور تلاش کرنے والے چکر لگا رہے تھے کہ کسی طرح کوئی سراغ مل سکے۔

ایک دفعہ کفار کے چند آدمی بالکل غار کے سر پر آ پہنچے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس وقت گھبرائے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر یہ لوگ پاؤں کی طرف نظر کریں تو ہم صاف نظر آ سکتے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غم زدہ ہونے کی کوئی بات نہیں ہم صرف دو ہی نہیں بلکہ ایک تیسرا (خداوند عالم) ہمارے ساتھ ہے۔ اس وقت حق تعالیٰ نے ایک خاص قسم کی کیفیت سکون واطمینان حضور کے قلب اطہر پر اور آپ کی برکت سے صدیق اکبر کے قلب مبارک پر نازل فرمائی اور فرشتوں کی فوج سے حفاظت وتائید فرمائی۔ یہ اسی تائید غیبی کا کرشمہ تھا کہ مکڑی کا جالا جسے اوہن البیوت کہا جاتا ہے بڑے بڑے مضبوط ومحکم قلعوں سے بڑھ کر موجب تحفظ ہوا اور بچاؤ کا ذریعہ ٹھیرا۔

معیت صدیقی کا قرآن میں ذکر:

اس اہم واقعہ کو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا:

اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذ ھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا

جس وقت اس رسول کو کافروں نے نکالا تھا وہ دو میں سے دوسرا تھا۔ جب وہ دونوں غار میں تھے جب وہ اپنے رفیق سے کہہ رہا تھا کہ غم نہ کھا بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔

قریباً تین روز یہاں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا۔۔۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خود ہر ساعت حاضر خدمت تھے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر والوں نے بھی اہم موقع پر اپنے ذمے جو کام مقرر کر رکھے تھے انہیں بطریق احسن سرانجام دیا۔

قیام غار کے اوقات میں اہل بیت صدیق کی خدمت گزاری:

اسماءؓ گھر میں جو کھانا میسر ہوسکتا اس کو تیار کرتی تھیں عبداللہ (صدیق کے بیٹے) تیار شدہ کھانا رات کو چھپ کر غار میں پہنچایا کرتے تھے اور مکہ والوں کی دن بھر کی کارگزاری کی پوری تفصیلات جا کر ذکر کرتے رات وہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی معیت میں گزار کر صبح سویرے واپس ہوتے تا کہ کوئی دیکھ نہ سکے۔

عامر بن فہیرہ (یہ صدیق رضی اللہ عنہ کے غلام تھے) صبح وشام بکریاں غار کے پاس لے جاتے جن کا دودھ حسب ضرورت استعمال میں لایا جاتا نیز ریوڑ کے آنے جانے سے عبداللہ کے آنے جانے کے نشانات قدم مٹ جایا کرتے تا کہ کسی قسم کا شبہ آمد ورفت کا نہ ہو سکے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سارے گھرانے والے اس طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مصروف رہے۔

غار سے رخصت ہونا اور راستہ میں صدیق اکبرؓ کی قدم قدم پر غلامانہ خدمات:

آخر سہ روزہ قیام کے بعد چوتھے دن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور ان کا غلام عامر بن فہیرہ اور ایک دلیل راہ (راستہ بتلانے والا) عبداللہ بن اریقط یہ چاروں اللہ کے توکل پر مدینہ کی طرف چل پڑے۔ چونکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کثیر الاحباب تھے راستہ میں ایسے شناسا ملتے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے واقف نہ تھے اور وہ پوچھتے کہ یہ حضرت کون ہیں تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کہہ دیتے کہ:

ھذا رجل یھدینی الطریق

"یعنی یہ ہمیں راہ بتلانے والے ہیں"

واقعی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہادی عالم ہیں تو اس طرح سے گول مول جواب پر اکتفا فرماتے۔ اس طرح سفر طے ہو رہا تھا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن بڑی شدت کی گرمی تھی دوپہر کے قریب میں نے ایک بڑی چٹان سایہ دار تلاش کی اور اس کے پہلو میں سایہ پر آرام کرنے کے لئے میں نے جگہ ہموار کر کے کھال کا بستر بچھایا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں استراحت فرمانے لگے۔ میں ادھر ادھر دیکھ بھال کر رہا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ کہاں ایک گڈریا بکریوں کا ریوڑ لے کر ہماری قیام گاہ کی طرف آ رہا ہے۔ میں نے دودھ طلب کیا تو اس نے میری بات کی تکمیل کرتے ہوئے دودھ دوہ کر پیش کیا۔ میں نے دودھ لے کر پانی ملایا تا کہ اچھی طرح ٹھنڈا ہو جائے اور آنحضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پینے کے لئے حاضر کیا۔

فشرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی رضیت ثم ارتحلنا (بخاری ج:۱ ص:557)

"یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش فرمایا اور میں اس استراحت پر بہت خوش ہوا پھر ہم چل دیئے"

آگے چلتے ہوئے راستے میں زبیر بن العوام ملے جو ملک شام کی تجارت سے واپس آ رہے تھے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دونوں کو سفید پوشاکیں ہدیتاً پیش کیں۔ ہر دو حضرات نے قبول فرما کر وہ سفید پوشاک پہن لی۔

یہ سفر عام شاہی راستہ (جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے) سے چونکہ طے نہیں ہو رہا تھا۔۔۔ بلکہ عام راستہ سے بچ کر سمندری طریق سے پھر پھرا کر آپ آ رہے تھے مدینہ تک قریباً آٹھ دن صرف ہوئے۔

مدینہ میں آمد اور معیت صدیقی:

مدینہ میں بڑی شدت سے انتظار ہو رہا تھا کئی دن سے لوگ چشم براہ تھے۔ مدینہ سے دو میل باہر بنی عمر بن عوف کی مشہور بستی قبا میں چند دن قیام فرمایا اسی قبا ہی کے دوران قیام میں سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ سے اپنا مفوضہ کام پورا کر کے آ ملتے ہیں۔ دس دن سے زائد یہاں قبا میں قیام کر کے پھر مدینہ طیبہ کو روانگی ہوئی سیدنا صدیق وسیدنا علی اور دیگر صحابہ کا ہجوم ساتھ ہے۔ آگے آگے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری چل رہی تھی مشتاقان نبوت ساتھ ساتھ تھے استقبال کے لیے سارا مدینہ نکل پڑا۔ ہر انصاری کی خواہش تھی کہ آپ اس کے گھر تشریف لائیں۔ اونٹنی کی مہار تھامنے جو آگے بڑھتا تو آپ فرما دیتے:

دعوھا فانھا مامورۃ

"دیکھو اسے چھوڑ دو جہاں اسے حکم ہوگا وہاں خود ٹھہرے گی"

چلتے چلتے حضرت ابوایوب انصاری کے گھر کے سامنے ٹھہر گئی۔ (جہاں اب مسجد نبوی ہے) یہیں آپ کا قیام ہوا۔ یہ آس پاس کی جگہ دو یتیم بچوں کی تھی۔ اس جگہ مسجد بنانے کا ارادہ ہوا۔ انہوں نے اور ان کے ورثاء نے عرض کیا کہ ہم اس اہم ضرورت کے لئے مفت ہدیہ پیش کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا "ہمیں اس کا معاوضہ اور قیمت ادا کئے بغیر ہم نہیں قبول کر سکتے"

مسجد نبوی اور صدیق اکبر کی قربانی:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امر ابا بکر ان یعطیھا
یعنی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمین والوں کو قیمت ادا کرو۔

سبحان اللہ! مدینہ کی پہلی مسجد میں سب سے پہلے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی کو مال و زر صرف کرنے کی سعادت حاصل ہوئی اور پھر صرف چندہ ہی نہیں پیش کیا بلکہ اس کے تعمیری سلسلہ میں رضا کارانہ طور پر ہاتھوں کی امداد میں بھی پورا حصہ لیا۔

ابن عساکر امام شعبی سے ذکر کرتے ہیں کہ:
یعنی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو چار ایسی خاص فضیلتیں عطا فرمائیں جو کسی دوسرے کو ان میں شریک نہیں کیا۔

(1)...... اللہ تعالیٰ نے ان کا نام صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رکھا پھر کسی دوسرے کو صدیق کا لقب عطا نہیں فرمایا۔

(2)...... رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار میں رہے (لہٰذا ان کو صاحب الغار کہا جاتا ہے)

(3)...... آپ کے ساتھ ہجرت کے سفر میں شریک ہوئے (لہٰذا ان کو رفیق الہجرت کہا جاتا ہے)

(4)...... باقی تمام مسلمانوں کے ہوتے ہوئے امامت نماز کے متعلق ان کو ارشاد فرمایا (لہٰذا تمام مسلمانوں کے لئے امام المسلمین ہوئے۔

ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

مدت خلافت اور وفات:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت دو برس تین ماہ نو دن رہی۔ 22 جمادی الاخریٰ 13ھ رات کے وقت جناب کی وفات ہوئی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جوار رحمت روضہ مقدسہ میں دفن ہوئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مزار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مزار سے پیچھے ہٹ کر بنی ہوئی ہے تا قیامت انوار رحمت میں شریک ہیں۔ آپ کے بعد آپ کے دو لڑکے عبدالرحمٰن و محمد اور دو لڑکیاں حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہن (عبداللہ بن زبیر کی والدہ) تیسری لڑکی صدیق کی وفات کے بعد پیدا ہوئیں ان کا نام ام کلثوم رکھا گیا۔

صدیقی خلافت کے شواہد

امامت صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ)

جناب رسول خدا بیمار ہوئے مرض دن بدن بڑھتا ہی گیا۔ حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری ایام میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ سے مسجد میں تشریف نہ لے جا سکتے تھے۔ تو نماز کی امامت کے لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کرام میں سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو منتخب فرمایا۔ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آ کر نماز کی اطلاع کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مروا ابابکر فلیصل بالناس
"یعنی ابو بکر کو کہا جائے لوگوں کو نماز پڑھائیں"

روایات میں ہے کہ اس وقت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اتفاقاً موجود نہیں تھے۔ بعض اصحاب نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کہہ دیا کہ اس وقت آپ نماز پڑھائیں۔ حضرت عمر نماز پڑھانے لگے چونکہ عمر زوردار آواز والے تھے جناب نبی کریم کو آواز پہنچی تو دریافت فرمایا کہ ابو بکر کہاں ہیں؟

یابی اللہ ذلک المسلمون یابی اللہ ذالک والمسلمون

یعنی اللہ تعالیٰ اور مسلمان صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بغیر کسی کی امامت پر راضی نہیں۔

پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آدمی بھیج کر بلوایا گیا اور آپ نے آ کر نماز پڑھائی۔
(البدایہ النہایہ ج 5 ص 232)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک میں دوران مرض الوفات آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بلا اختلاف بیس نمازیں اور بالاتفاق علماء محدثین (مؤرخین) سترہ نمازوں میں تمام مسلمانوں کی امامت فرمائی۔
(البدایہ النہایہ ابن کثیر ص 220,235 ج 5)

یہ امامت صغریٰ فضیلت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا زبردست نشان ہے جس نے امامت کبریٰ (خلافت) کا راستہ صاف کر دیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ موجود تھے جو امامت کی اہلی صلاحیت رکھتے تھے۔ حضرت عباس جیسے چچا موجود تھے۔ عالم فاضل اور معمر بھی تھے۔ اسی طرح دیگر صحابہ کرام گوناگوں صلاحیتوں کے مالک موجود تھے۔ بایں ہمہ اسلام کے اس اہم ترین فریضہ کے لئے قرعہ انتخاب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حق میں ہونا خداوند تعالیٰ کے حکم سے معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح واضح نشان کو خلافت صدیقی کی حقانیت ثابت کرتے ہوئے خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی پیش کیا ہے جیسا کہ اپنی جگہ اس کا ذکر آ رہا ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ اس کے ساتھ ساتھ ہی دوسرے شواہد بھی صدیقی خلافت کی حقانیت کے لئے روایات میں موجود ہیں ان میں سے چند ایک یہاں ذکر کئے جاتے ہیں۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ قبیلہ بنی مطلق نے مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس لیے بھیجا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا جائے کہ آپ کے بعد صدقات مال ہم کس کے ہاں پیش کریں؟ تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہو کر اس امر کو دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ابو بکر کے ہاں۔
(تاریخ الخلفاء سیوطی بحوالہ حاکم)

اسی طرح دوسرا واقعہ احادیث میں مذکور ہے کہ ایک عورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آپ کے پاس حاضر خدمت ہوئی۔ کوئی چیز طلب کرنا چاہتی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ "پھر کسی وقت آنا"۔ تو کہنے لگی:..... "یا حضرت! اگر میں حاضر ہوں تو؟" (اس کا اشارہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی طرف تھا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اگر تو آئے اور مجھے نہ پائے تو ابو بکر صدیق کے پاس جانا میرے بعد وہ خلیفہ ہیں"۔ (تاریخ الخلفاء سیوطی بروایت ابن عساکر)

ایک دفعہ قبیلہ عمرو بن عوف کے درمیان جھگڑا ہو

گیا۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی۔آپ اس قبیلہ کے درمیان صلح کرانے کی خاطر ظہر کے بعد تشریف لے گئے۔ جاتے وقت بلال مؤذن کو فرمانے لگے: "اگر نماز کا وقت ہو جائے اور ہم مسجد نبوی میں نہ پہنچ سکیں تو ابوبکر کو کہنا کہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں"۔ جب نماز عصر کا وقت ہوا تو بلال نے حسب دستور اذان کہی اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضورؐ کے ارشاد کے مطابق نماز پڑھائی۔ (سیرۃ حلبیہ بحوالہ ابوداؤد)

اسی مرض الوفات میں (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ) ابوبکر کو بلاؤ ان کے لئے ایک مکتوب لکھ دیا جائے تاکہ کوئی بعد میں ابوبکر کے معاملہ میں اختلاف پیدا نہ کرے اور ہماری تمنا کے خلاف کوئی دوسری خواہش نہ پیدا کر سکے۔ پھر خود ہی یہ کہہ کر ارادہ ملتوی فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ اور مومنین ابوبکر کے بغیر دوسرے کسی کو نہیں منظور کریں گے اور نہ ہی کسی پر راضی ہوں گے۔

(تاریخ الخلفاء للسیوطی بحوالہ امام احمد و مسلم البدایہ ص:228 ج:5)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے صرف پانچ روز پہلے آخری خطبہ ارشاد فرمایا' اس میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور شرافت صحابہ کرام کے سامنے بیان فرمائی۔

ان امن الناس علی فی صحبته وماله ابوبکر

یعنی تمام لوگوں میں سے مجھ پر ابوبکر نے بہت احسان کیا ہے۔تمام عمر میری صحبت و سنگت میں گزاری ہے اور اپنا سارا مال اس نے میرے لئے قربان کر ڈالا ہے۔

پھر فرمایا کہ مسجد نبوی میں اندر آنے کے لئے جو جو دریچے تم لوگوں نے رکھے ہوئے ہیں وہ سب کے سب بند کر دیئے جائیں مگر صرف ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دریچہ جو مسجد کی جانب ہے وہ کھلا رہے۔

(بخاری شریف و دیگر کتب احادیث)

فیه اشارة الی الخلافة لیخرج منا الی الصلوٰة بالمسلمین

(البدایہ والنہایہ ص:230 ج:5)

اس حدیث میں خلافت صدیق اکبر کی طرف اشارہ ہے کہ مسلمانوں کو نماز پڑھنے کے لئے اس دروازہ سے مسجد نبوی میں تشریف لایا کریں گے۔ یہاں علامہ ابن کثیر صاحب البدایہ نے ایک باریک بات ذکر کی ہے جو نہایت قرین قیاس ہے۔ وہ یہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے ایک مکتوب تحریر فرمانے کا ارادہ ظاہر فرمایا لیکن اس کو ملتوی کر دیا اور مذکورہ الفاظ فرما دینے کے بعد یہ آخری یوم الخمیس کو ارشاد فرمایا جس میں فضیلت صدیق کا نہایت واضح بیان ہے۔ علامہ موصوف فرماتے ہیں کہ:

لعلت خطبه هذه كانت عوضا عما اراد ان يكتبه فی الكتاب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مکتوب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حق میں تحریر فرمانا چاہتے تھے اس کے قائم مقام یہی خطبہ ارشاد فرمایا۔

گویا علیٰ رؤس الاشہاد حقیقت واضح کر دی گئی کہ نیابت نبوت کی اولین مستحق یہی کامل ترین ہستی ہے۔

پھر آخری دوشنبہ کے روز جس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوتی ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صحابہ کرام کو صبح نماز پڑھا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادت کے لئے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہاں گئے۔ اس دن شدت مرض اور درد سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ افاقہ تھا اور اسی روز آپ نے صبح کی نماز کے وقت اپنے حجرۂ مبارک کے دریچے کا پردہ اٹھا کر جو اس وقت جماعت ہو رہی تھی اس کو ملاحظہ فرمایا۔

لوگوں نے خیال کیا کہ حضور شاید مسجد میں تشریف لانا چاہتے ہیں۔ ابوبکر صدیق امام تھے وہ بھی اپنی جگہ پیچھے سرکنے لگے مگر سرور کونین رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے اپنی ہی جگہ رہنے کا حکم فرمایا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس عیادت کے بعد مدینہ کے باہر سخ کے مقام میں جہاں ان کی ایک بیوی حبیبہ بنت خارجہ رہتی تھیں اور اس دن ان کی باری تھی سواری پر سوار ہو کر چلے گئے۔ حیرانی و دہشت کا عالم سب پر طاری تھا۔ بعض لوگ کہنے لگے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے اور بعض لوگوں کو وفات کا یقین نہیں آیا۔

اس پریشانی کے عالم میں ایک شخص سالم بن حبیب کو سخ کے مقام میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف دوڑایا گیا تاکہ اس حادثہ کی اطلاع کرے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس ہوشربا خبر ملتے ہی فوراً وہاں سے مسجد نبوی پہنچے۔ دیکھتے ہیں کہ تمام لوگ مضطرب و متحیر ہیں اور حضرت عمر فرط حیرت و دہشت کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر سننا برداشت ہی نہیں کر رہے تھے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بڑے تحمل سے آگے بڑھ کر پہلے حجرۂ شریف میں داخل ہوتے ہیں۔ وہ دیکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر چادر ڈال کر ڈھانپ دیا گیا ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رخ انور سے چادر الگ کر کے چہرہ کا مشاہدہ کرتے ہیں' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا تھا۔ رو پڑے اور جبین مبارک پر بوسہ دیا۔

واصفاه یارسول الله...... پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حجرہ سے باہر مسجد نبوی میں صحابہ کرام کے پاس تشریف لے گئے۔ وہاں بڑے استقلال و ثبات کے ساتھ لوگوں کو افہام و تفہیم شروع کی۔ پہلے حمد و ثنا کی پھر فرمایا:

وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل

کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزرے ہیں اگر یہ رسول فوت ہو جائیں یا قتل کئے جائیں کیا تم لوگ دین سے پھر جاؤ گے۔

فرمایا جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا اللہ تو زندہ ہے اس پر موت نہیں آ سکتی اور جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا پس وہ بے شک فوت ہو چکے ہیں۔ اسی طرح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افہام و تفہیم پر لوگوں کو یقین ہو گیا کہ حضرت کا وصال ہو گیا ہے۔ اس کے بعد سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار کی طرف سے مجمع ہوا۔ خلیفہ کون ہونا چاہیے؟ اس پر بحث بڑی طول پکڑ گئی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اس کا علم ہوا کہ مسئلہ بڑی اہمیت پکڑ رہا ہے اس کا فیصلہ بہر کیف ہونا چاہیے ورنہ مسلمانوں کے مابین افتراق و انتشار کا سخت اندیشہ ہے۔

دونوں حضرات مصلحت وقت اور اہمیت مسئلہ کو دیکھتے ہوئے فوراً مسئلہ خلافت طے کرنے کی خاطر اس مجمع انصار میں بر موقع تشریف لے گئے۔ مہاجرین و انصار کی اس مسئلہ پر بڑی زوردار بحث ہوئی۔ آخر کار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر تمام راضی ہو گئے۔ سب سے فضیلت والے معمر بزرگ یہی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری برتاؤ اور سلوک ان سب کا تقاضا

بھی ہے کہ اس اہم کام کے بھی اہل ہیں۔ مہاجرین وانصار نے ایک دوسرے سے سبقت کر کے موقع ہی پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کر دی۔ تقاضائے وقت کے نازک ترین مسئلہ کو طے کرنے کے بعد پھر صحابہ کرام آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہوئے۔ یہاں یہ بھی ساتھ ساتھ معلوم ہونا چاہیے کہ اگر یہ مسئلہ عمومی امامت اور خلافت کا سب چیزوں سے پہلے طے نہ کیا جاتا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین جیسے عظیم الشان کام کا بغیر کسی خلیفہ کی سرگردگی کے انجام پانا ہزاروں خرابیوں کا موجب بنتا۔

مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کے متعلق رائے مختلف ہو جاتی کہ کہاں نہلایا جائے اور کس طرح نہلایا جائے۔ پھر نماز جنازہ کے متعلق اختلاف ہوتا' کچھ لوگ حجرہ شریف سے باہر لا کر جنازہ پڑھنا چاہتے' بعض کہتے کہ وہیں ہو اور کون جنازہ پڑھائے وغیرہ وغیرہ۔ نیز مقام دفن کہاں ہو......؟ یا جنت البقیع میں ہو......؟ جو عام مومنین کسی قول فیصل کے بغیر ان کا سرانجام دینا نہایت ہی مشکل تھا۔ جب ایک امیر اسلام اور امام وقت طے کر لیا گیا' اب اس کے ارشاد کو آخری فیصلہ قرار دے کر تمام امور مذکورہ باحسن الوجوہ اور سہل طریقے سے طے ہوتے گئے۔ جہاں کچھ مسلمانوں کو کسی بات میں اشکال پیش آیا' خلیفہ وقت نے اس کو بہت عمدہ طریقہ سمجھا دیا۔ اس طرح تمام تجہیز و تکفین جنازہ اور دفن وغیرہ میں کوئی قابل ذکر اختلاف واقع نہیں ہوا۔

صدیقی خلافت کا ابتدائی خطبہ:

اس اہم فریضہ یعنی تجہیز و تکفین سے فارغ ہونے کے دوسرے روز مسجد نبوی میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت عام ہوئی۔ یہ سب لوگ شریک بیعت ہوئے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے امیر وقت ہونے کی حیثیت سے مسلمانوں کے سامنے ایک شاندار خطبہ ارشاد فرمایا جو کہ اپنی جگہ نہایت عظیم الشان ہے۔

ترجمہ:۔۔۔ حمد وثنا کے بعد فرمایا کہ لوگو! آپ لوگوں پر میں والی منتخب کیا گیا ہوں حالانکہ میں تم میں سے بہترین نہیں ہوں۔ اگر میں اچھی بات کروں تو آپ میری اس میں امداد کریں اگر خطا کروں تو میری غلطی درست کروا دیں۔ سچائی ایک امانت ہے اور جھوٹ خیانت۔ تمہارا ضعیف میرے نزدیک قوی ہے ان شاء اللہ حتیٰ کہ میں اس کے لئے اس کا حق اس پر واپس کرا دوں اور تم میں سے قوی میرے ہاں کمزور ہے یہاں تک کہ میں اس سے دوسروں کا حق پورا کروں۔ جو قوم بھی اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ترک کر دیتی ہے اس پر اللہ کی ذلت اور رسوائی ڈالتا ہے اور جو قوم بھی علی الاعلان برائی پھیلانے لگ جاتی ہے اللہ تعالیٰ ان کے لئے مصائب اور برائیاں عام کر دیتا ہے جب تک میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کروں تو تم بھی میری تابعداری کرو اور جب میں خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کروں تو میری اطاعت آپ لوگوں کے لئے کوئی واجب نہیں۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائیں نماز کا وقت ہو گیا ہے اب نماز کے لئے اٹھو۔

(البدایہ والنہایہ لابن کثیرؒ ص: 248 ج:5 طبقات لابن سعد ص: 129 ج:3 ق:1)

کتنا پُر مغز اور پُر معنی خطبہ ہے۔ ایک ایک جملہ ہے میں صداقت و امانت کے دریا بہا دیئے ہیں۔

حضرت علی (رضی اللہ عنہ) اور دیگر اکابرین کا خلافت صدیقی کے ساتھ اتفاق واتحاد:

اس مقام پر ایک مستقل بحث اسلامی تاریخ میں پیدا ہو گئی ہے جس میں لوگوں کی طرف سے نہایت بے احتیاطی سے افراط وتفریط کر دی گئی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ حضرات بنو ہاشم حضرت علی و حضرت عباس رضی اللہ عنہما وغیرہما نے دوسرے مسلمانوں کے منتخب خلیفہ کو اپنا خلیفہ تسلیم کیا ہے یا نہیں؟ اگر کیا تو کس نوعیت کا تھا۔ اور پھر کس طرح اس اختلاف کو ختم کر کے جمہور اہل اسلام کے موافق منتخب خلیفہ کو خلیفہ تسلیم کر لیا گیا؟

بے شک اس مقام پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق مختلف روایات مذکور ہیں۔ بعض میں ذکر کیا گیا ہے کہ ان حضرات نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر چھ ماہ کے بعد بیعت کی ہے اور پھر اس تاخیر کی مستقل وجوہ ذکر کی جاتی ہیں اور بعض روایات میں تین دن کے اندر اندر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیعت کرنا ذکر کیا گیا ہے اور محققین علماء نے جو کچھ ذکر کیا ہے وہ بہترین تحقیق وتطبیق ہے جس میں نہ افراط ہے نہ تفریط اور وہ حقیقت کے اعتبار سے بشرط انصاف قابل قبول ہے پہلی روایت طبقات ابن سعد کی ہے۔

(1)۔۔۔ جزء ثالث قسم اول میں فرماتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو ہم نے اس معاملہ میں (نیابت رسول یا خلافت میں) غور وفکر کیا۔ ہم نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ہمارا پیش نماز بنایا ہے۔ پس ہم دنیاوی معاملے میں بھی اس شخص پر راضی ہو گئے جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین کے لئے پسند فرمایا تھا تو ابو بکر کو ہم نے مقدم کر دیا۔

قیس بن عبادہ کہتے ہیں مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چند دن بیمار رہے۔ جب آپ کو نماز کی تیاری کی اطلاع کی جاتی تو آپ فرما دیتے کہ ابو بکر سے کہو لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا تو میں نے سوچا کہ نماز شعائر اسلام ہے اور اس پر دین کا دارومدار ہے' جب اصل دین کے لئے جس ذات کو نبی کریم نے ہمارے لئے پسند فرمایا ہے تو ہم دنیاوی امور کے لئے اسی ذات کو قبول کریں۔ پس ہم نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی۔

(الاستیعاب لابن عبدالبر ج:2 ص 242 علی ہامش الاصابہ مصری)

پس طبقات والاستیعاب کی ہر دو روایات سے ظاہر ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس آخری فرمان کو جو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں بار بار ہوتا ہے' قابل استدلال ولائق استشہاد قرار دیا ہے۔ اسی کے موافق جمہور اہل اسلام کے ساتھ موافقت فرما کر برضا ورغبت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ اسلام تسلیم کیا ہے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اسی ایک خلیفہ کے پیچھے نمازیں ادا کرتے رہے ہیں۔

یہ ٹھیک ہے کہ اس وقت مسئلہ خلافت پر اختلاف ہوا ہے۔ انصار کا خیال تھا کہ استحقاق میں ہم فائق ہیں' مہاجرین نے ان سے بحث میں دوسری رائے دی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے جو اظہار کیا ہے وہ یہ ہے کہ اس انتخاب کو ہم منظور کرتے ہیں۔ یہ خلافت کے قابل ہیں (مگر ہمیں اس معاملے میں اولین مشورے کے لئے نہیں بلایا گیا؟ اس

وجہ سے ہم کو افسوس ہوا ہے۔ علامہ ابن کثیر نے اس بحث کو ان الفاظ میں ادا کیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم ناراض نہیں ہوئے مگر اس وجہ سے کہ مشورہ کے وقت ہم پیچھے رہ گئے تھے۔ اس معاملہ کے متعلق ابوبکر کو ہم زیادہ حقدار سمجھتے ہیں۔ وہ صاحب غار ہیں ہم آپ کی شرافت اور خیر و برکت کی قدر کرتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں ان کو لوگوں کا امام بنایا۔ (البدایہ والنہایہ ج 5 ص 250)

یہاں سے معلوم ہوا کہ ان بزرگوں نے اپنی شکر رنجی اور شکایت کا اظہار بر موقع کیا مگر ایک شریفانہ طریقہ سے کیا ہے جو ان بزرگوں کے شایان شان تھا۔ تمام اہل اسلام کے مفاد اور بہتری کو ہر قیمت پر انہوں نے مقدم رکھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارات و ارشادات کو صحیح طور پر انہوں نے عملی جامہ پہنایا ہے۔

البتہ یہاں ایک چیز باقی رہ گئی ہے۔ وہ یہ کہ بعض روایات میں یہ مذکور ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ کی وفات کے بعد جا کر ابوبکر سے بیعت کی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چھ ماہ (علی اختلاف الروایات) گزرنے کے بعد ہوئی۔ اس کے متعلق جو کچھ محققین علماء نے ذکر کیا ہے ان سے یہاں صرف دو حوالے ذکر کئے جاتے ہیں۔ جس سے اصل مسئلہ کی بالکل وضاحت ہو جاتی ہے اور ایک انصاف پسند طبیعت کے لئے یقیناً تسلی و تسکین ہو سکتی ہے۔

(1)۔۔۔ علامہ ابن کثیر محقق نے البدایہ والنہایہ میں ذکر کیا ہے:

حضرت فاطمہ کی وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس بیعت کرنے کا جو ذکر آتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ بیعت جو ان دونوں کے درمیان واقع ہوئی تھی۔ اس کو مزید پختہ کرنے کی خاطر ہوئی تھی اور یہ بیعت ثانیہ یعنی دوسری بیعت ہے۔ پہلی وہ تھی جو سقیفہ کے دن ہوئی۔ محدث ابن خزیمہ نے اس کو ذکر کیا ہے اور مسلم بن حجاج نے صحیح قرار دیا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ان چھ ماہ میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بالکل علیحدہ نہیں ہوئے بلکہ ان کے پیچھے ہمیشہ نمازیں پڑھتے رہتے اور صلاح و مشورہ کی خاطر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لایا کرتے تھے اور بعض فوج میں ضرورت کے وقت ساتھ جایا کرتے تھے۔

(2)۔۔۔ دوسری تحقیق اس کے موافق علامہ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں ذکر کی ہے جو مندرجہ ذیل ہے:

وقد صحح ابن حبان وغیرہ من حدیث ابی سعید الخدری وغیرہ ان علیا بایع ابابکر بان بایعه بیعه ثانیه موکدة

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ابتداء میں بیعت کر لی تھی اور جو بعد کچھ مدت کے بیعت کا ذکر آتا ہے اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دوسری بیعت پہلی بیعت کو اور پختہ کرنے کے لئے اور شبہات زائل کرنے کی خاطر کی تھی۔

(لابن حجر العسقلانی ج 7 ص 399)

امام قرطبی نے جو بات اس موقع پر ذکر کی ہے وہ لائق صد توجہ ہے فرماتے ہیں:

''حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان جو شکر رنجی اور پھر ایک دوسرے سے عذر معذرت ہوئی ہے اگر اس کو منصفانہ نظر سے دیکھا جائے تو اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ہر ایک بزرگ دوسرے بزرگ کی بزرگی کا معترف اور تسلیم کرنے والا تھا اور اس کے قلوب آپس میں احترام و محبت پر متفق تھے۔ اگرچہ طبیعت بشری بعض اوقات انسان پر غالب آتی ہے لیکن ان کی دینداری اس کو دور کر دیتی ہے''۔

(تفسیر ابن کثیر ج 7 ص 259)

ان بزرگوں کے درمیان اس موقع پر جو کچھ بھی کم و بیش اختلاف ہوا ہے وہ بشریت کی بناء پر تھا اور انہوں نے اس کو خود ہی اپنے عمل سے ختم کر ڈالا تاکہ آئندہ امت میں تفریق کی کوئی راہ پیدا نہ ہو سکے۔ ان حضرات کے علو شان یہ عین موافق تھا۔ یہ پاک ہستیاں کینہ پرور نہ تھیں طماع اور لالچی نہ تھے۔ ان تمام کم اخلاقیوں اور اندرونی عداوتوں سے ان کا مقام دیانت بالکل بلند تھا۔ اس وجہ سے یہ زمانہ خلافت راشدہ کے نام سے اسلام میں موسوم ہے۔ یعنی رشد و ہدایت کا زمانہ واقعی پچھلی امت کے لئے ان لوگوں کی صداقت و دیانت نے مشعل راہ کا کام دیا۔

اولیات صدیقی

وہ امور جن میں اللہ تعالیٰ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے اول ہونے پر فضیلت نصیب فرمائی ہے۔

(1)۔۔۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آزاد مردوں میں سب سے پہلے مشرف با اسلام ہوئے ہیں اور کسی دعوت کے ساتھ بغیر شعور اور صلاح کے ایمان لائے ہیں۔

(2)۔۔۔ پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی دار (حویلی) کے صحن میں مسجد بنائی اور اس میں نماز پڑھنے اور قرآن مجید کی تلاوت کرنے کی ابتداء کی۔

(3)۔۔۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر جماعت کی صورت میں سب صحابہ کرام سے پہلے نماز پڑھنے کی سعادت حاصل کرنے والے صدیق اکبر ہیں۔

(تاریخ الخلفاء سیوطی ص 31 طبع لاہور)

(4)۔۔۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مسجد نبوی کی بنیاد سب سے پہلے رقم خرچ کر کے ڈالی اور اپنی طرف سے رقم خرچ کر کے سب اصحاب سے سبقت حاصل کی۔ (یہ سب حضور کے ارشاد سے ہوا)

(5)۔۔۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ذکر کرتے ہیں کہ اللہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر رحمت فرمائے وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قرآن مجید کو دو تختیوں کے درمیان جمع کیا۔

(6)۔۔۔ پہلا حج جو اسلام میں ہوا ہے اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پہلا امیر حج بنا کر روانہ فرمایا پھر آئندہ سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم حج کو خود تشریف لے گئے۔ (طبقات ابن سعد ص 135 ج اول)

(7)۔۔۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عالم سے رخصت ہونے کے اختیار کی اطلاع پانے پر سب سے اول صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے آنسو جاری ہوئے حالانکہ باقی سب صحابہ کرام ان کی حالت پر متعجب تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک آدمی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انتقال کے اختیار ملنے کی اطلاع دے رہے ہیں اور صدیق رو رہے ہیں۔

(بخاری شریف ص 516 ج 1)

(8)۔۔۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں پہلا شخص ہوں گا (فنا کے بعد قیامت میں) جو زمین سے اٹھوں گا پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ اٹھیں گے۔

(مشکوۃ شریف ص 556 بحوالہ ترمذی)

(9)۔۔۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ضرور وہ پہلا شخص ہوگا جو میری امت میں سے جنت میں داخل ہوگا۔

(مشکوۃ شریف ص 556 بحوالہ ابی داؤد)

(10)۔۔۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وہ پہلی عظیم شخصیت ہیں کہ اسلام میں خلیفہ رسول اور خلیفۃ المسلمین کے نام سے موسوم ہوئی۔ (تاریخ الخلفاء سیوطی ص 74)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کا مقام

علامہ دوست محمد قریشی

انبیاء کرام علیہم السلام براہ راست خدا تعالیٰ کے شاگرد ہیں اور صحابہ کرام براہ راست حضور علیہ السلام کے۔ جس طرح سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا رتبہ انبیاء سے برتر ہے اسی طرح مصطفےٰ کریم کے صحابہ کرام کا رتبہ جمیع انبیاء کرام علیہم السلام کے اصحاب سے فائق ہے۔

رب قدس کی ربوبیت کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بطور دلیل کے ہیں اور صحابہ کرام سرور کائنات کے لئے بطور برہان کے۔ اس لئے حبیب کبریا نے ذات کبریا کی ترجمانی فرمائی اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ذات مصطفےٰ کی...... اگر دلیل قابل اعتراض ہو تو دعویٰ پر اعتبار نہیں رہتا۔ معاذ اللہ اگر صحابہ کرام کے مقام کو ناقص قرار دیا جائے تو سرور کائنات کی بعثت کی علت غائی قابل شبہ بن جاتی ہے' تلامذہ کی کامیابی استاد کی قابلیت پر دلالت کرتی ہے۔ متوسلین کی ترقی شیخ کے کمال کا پتہ بتاتی ہے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مزکی ہیں تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مزکی ہونے میں کوئی شک نہیں' اور اگر سرور کائنات سراجاً منیراً ہیں تو صحابہ کے لئے منور اور مستنیر ہونا ایک بدیہی امر ہے' نیز انبیاء صرف کامل نہیں بلکہ مکمل بھی ہیں۔ آپ کے پاس اگر کوئی کھوٹا آیا تو کھرا بن گیا۔ اور کھرا آیا تو کندن بن گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدرسہ میں سے فارغ ہو کر جو بھی نکلا' وہ صرف عالم بلکہ دنیا کا بہترین معلم بن کر نکلا۔ نہروں کا پانی سے لبریز ہونا' دریا کے تلاطم امواج پر دلالت کرتا ہے۔

تعلق اور اتصال کی ایک جھلک:

قرآن پاک میں ایسے متعدد مقامات آپ کو ملیں گے جہاں خدا تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ مصطفےٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر موجود ہے اور بعض ایسے الفاظ خدا تعالیٰ نے پسند فرمائے ہیں' وہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے منتخب فرمائے ہیں۔ اگرچہ مفہوم اور تعلق کی حیثیت سے حقیقت و مجاز یا محدود و غیر محدود کا بڑا فرق ہے۔

لقب رافت و رحمت خدا تعالیٰ کے لئے:

"بلاشبہ خدا تعالیٰ لوگوں کے ساتھ رافت و رحمت کرنے والے ہیں" (پ ۲ سورہ بقرہ)

لقب رافت و رحمت حبیب کبریا کے لئے:

"البتہ آ چکا ہے تمہارے پاس رسول تمہارے نفسوں میں سے' ناگوار معلوم ہوتا ہے' ان کو تمہارا دکھ' حریص ہیں تم پر اور مومنین کے ساتھ رؤف رحیم ہیں" (پ ۱۱ سورہ توبہ)

(تشریح)...... اگرچہ خدا اور رسول پر رؤف الرحیم کا لقب یکساں طور پر استعمال کیا گیا ہے' لیکن قرآن نے یہ واضح کر دیا ہے کہ خدا تعالےٰ ساری دنیا پر رحیم ہیں' اور رسول خدا صرف مومنین پر' اب ہم یہ ثابت کرتے ہیں کہ جو الفاظ خدا تعالیٰ نے اپنے حبیب کے لئے پسند فرمائے ہیں وہی القاب یا وہی خطابات اپنے محبوب کے تلامذہ (شاگردوں) کے لئے منتخب فرمائے ہیں۔

اتمام نعمت میں حضور علیہ السلام کے ساتھ صحابہؓ بھی شریک ہیں:

"بے شک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی' تاکہ اللہ آپ کے اگلے پچھلے ذنب معاف کر دے' اور آپ پر اپنے احسانات کی تکمیل کر دے اور آپ کو سیدھے راستے پر لے چلے"

(پ ۲۶ سورہ فتح)

اس آیت میں میرا مقام استدلال صرف۔ یتم نعمتہ علیک ہے یعنی خدا تعالےٰ نے صلح حدیبیہ کے ذریعہ سے حضرات کو اتمام نعمت کی بشارت عنایت فرمائی۔ اور نزول کے لحاظ سے سب سے آخری آیت میں صحابہ کرام کو بشارت سنائی۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا

"آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور میں نے تم پر اپنی نعمتیں پوری کر دیں اور میں نے تمہارے لئے اسلام کو پسند کر لیا"

تکمیل دین' اتمام نعمت' انتخاب مذہب' اگرچہ قیامت تک کے آنے والے مسلمانوں کے لئے ہے' لیکن اولاً بالذات نزول آیت کے وقت مخاطب صحابہ کرام ہی تھے' اور ان کی بدولت ہم پر احسانات خداوندی کی مسلسل بارشیں ہوئیں۔

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

تعلیم افادیت میں سرور کائنات کے طفیل سے صحابہ کرام کی شرکت:

وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین

"ہم نے آپ کو اے حبیب کریم جہان کی رحمت کے لئے بھیجا ہے" حضور کی ذات اگرچہ منبع برکات ہے اور باعث رحمت کائنات ہے...... لیکن آپ کے لائے ہوئے قرآن کی وجہ سے بھی امت پر کروڑوں رحمتیں نازل ہوئیں۔

(۱)...... سجدۂ عبادت تو پہلے سے ہی خدا تعالیٰ کے لئے خاص تھا۔ لیکن سجدۂ تعظیمی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں غیر خدا کے لئے حرام کر دیا گیا۔

(۲)...... معاصی اور خطایا کی مغفرت کے لئے گناہگاروں کے قتل کر دینے کا حکم اٹھا لیا گیا۔

(۳)...... سجدہ کے بغیر بھی نمازیں ادا کرنا جائز قرار دی گئیں۔

(۴)...... بخشش کا طریقہ خالص توبہ قرار پایا۔

(۵)...... پلید مقام کاٹنے کی بجائے دھونے سے پاکی حاصل ہو جانے کا اعلان کر دیا گیا۔

یہ فوائد اس کے علاوہ دوسرے بھی اس قدر ہیں کہ یہاں

لکھنے کی گنجائش نہیں۔

اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی افادیت عامہ پر نظر فرمایئے۔

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس

''اے صحابہ کرام تم بہترین امت ہو جنہیں لوگوں کے فائدے کے لئے پیدا کیا گیا''

اس میں شک نہیں کہ خدا تعالیٰ کی جس قدر نعمتیں سرورکائنات کے زمانہ سے ہمارے زمانہ تک آئیں وہ سب کی سب صحابہ کی بدولت آئیں۔

وہ نہ ہوتے تو نہ آج ہم تک قرآن پہنچتا اور نہ سرورکائنات کے حالات زندگی۔ آپ کی ہر ادا کی اگر قولی اور فعلی طریقے سے ترجمانی فرمائی تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہی تھے جنہوں نے تکلیفیں برداشت کر کے مصیبتیں جھیل کر دشوار گزار وادیوں کو عبور کر کے حق کی حفاظت کی۔ دین کے ہر اصولی اور فروعی قوانین سیاسی اور اقتصادی ضوابط کو سرورکائنات سے سیکھ کر دنیا کے گوشے گوشے تک پہنچائے۔

ادھر شمس نبوت سے مستنیر ہوتے گئے اور ادھر دنیا کے لئے مشعل ہدایت بنتے گئے۔

حکم استقامت میں شرکت:

فاستقم کما امرت ومن تاب معک من المومنین

''جس طرح آپ کو حکم ہوا ہے دینی راہ مستقیم پر رہیے اور وہ لوگ بھی مستقیم رہیں جو کہ مومنوں میں سے کفر سے تائب ہو کر آپ کی ہمراہی میں ہیں''

استقامت اور استقلال دین میں ایک اہم فریضہ ہے اور اس فریضے کی ادئیگی میں پہلا نمبر انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا ہے۔ بالخصوص سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم اس میں ایک امتیازی مقام رکھتے ہیں۔

سرور عالم کا استقلال:

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے ہر قبیلے کو توحیدی پیغام سنانا شروع فرمایا تو رؤسائے قریش اور عمائد مکہ تنگ نظر آنے لگے۔

چالیس برس چونکہ وہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ دیکھ چکے تھے اس لئے وہ آپ کے کیریکٹر پر تو اعتراض نہ کر سکتے تھے۔ البتہ دعویٰ توحید کی تردید اور تکذیب میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑتے تھے۔

آپ کی تائید وحمایت میں ابو طالب مذہبی حیثیت سے تو نہ تھے لیکن رشتہ داری کے قرب کی وجہ سے آپ سے پیار رکھتے تھے اس لئے ایک دن ابو جہل اور ابولہب نے ابو طالب کو جاتا ہوا دیکھا تو بلا لیا اور کہا۔

اے ابو طالب ہم نے تیرے بھتیجے کو بار ہا ڈرایا اور دھمکایا مگر وہ اپنے مذہب کے اعلان سے باز نہیں آتا وہ برابر کہتا چلا جا رہا ہے کہ...... ''کارساز اور مشکل کشا' معبود اور مسجود' معین ومددگار' مالک ومختار ایک اور صرف ایک اللہ ہے۔ باقی ساری کائنات اسی کی محتاج ہے یہ تمہاری مورتیں اور تمہاری تو نہ تو تمہاری مشکل کشائی کر سکتے ہیں اور نہ ان کی روحیں تمہاری ان رسومات سے خدا کو کسی کام پر مجبور کر سکتی ہیں''

اے ابو طالب! آج تک ہم نے صبر سے کام لیا لیکن اب ہمارے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے ہم تجھے تین باتیں سنائے دیتے ہیں۔ ان تینوں میں سے جو انہیں پسند آئے اس پر عمل کر لیں یا تجھے پسند آئے تو تم ان پر عمل کر لو۔

(۱)......اے ابو طالب! آپ محمد بن عبداللہ کی حمایت اور ان کا ساتھ چھوڑ دیجئے اور ان کو ہمارے حوالے کر دیجئے ہم جانیں اور وہ۔

(۲)......آپ ان کے ساتھ رہیے یا ہمارے ساتھ مقابلے کے لئے تیار ہو جایئے۔

(3)......ان کو جا کر ہمارا پیغام دے دیجئے کہ آج کے بعد ہمارے دروازوں پر ہماری مجلسوں میں آ کر تبلیغ بند کر دے ورنہ ہم جان سے مار ڈالیں گے ویسے وہ جو چیز ہم سے طلب کریں ہم دینے کے لئے تیار ہیں اگر دولت کی خواہش ہے تو وہ بھی ہمارے لئے آسان ہے اور اگر خوبصورت بیوی انہیں درکار ہے تو وہ بھی کوئی مشکل نہیں۔

آپ کو چاہیے کہ آپ ہمارے پیغامات ان تک پہنچا دیجئے اور ان سے جواب لے کر ہمیں اطلاع دیجئے تا کہ ہم اطمینان کا سانس لے سکیں۔

ابو طالب امام الانبیاء کے دروازے پر:

ابو طالب نے امام الانبیاء کا دروازہ کھٹکھٹایا تو اندر سے آواز آئی......من دق الباب......یعنی کس نے دروازہ کھٹکھٹایا ہے۔ ابو طالب نے درد بھری آواز میں جواب دیا......عمک یا محمد......اے مصطفیٰ میں تیرا چچا ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آواز کو بھی پہچان لیا اور غمگینی کو بھی معلوم کر لیا۔

امام الانبیاء......(ابو طالب) چچا جی! کیا آپ کو کسی نے گالی دی ہے یا آپ پر کسی نے حملہ کیا ہے آخر حزن وملال کی وجہ کیا ہے......؟

ابو طالب نے کہا بیٹا مجھے اپنی فکر نہیں ہے مجھے تیری جان کی فکر ہے۔

امام الانبیاء......آخر کیا بات ہے؟

ابو طالب......آج مجھے ابو جہل اور اس کی پارٹی نے بلایا ہے اور انہوں نے نہایت ہی عداوت کا اظہار کیا ہے۔

امام انبیاء......آپ نے اس سے کیا تاثر لیا ہے؟

ابو طالب......دیکھو بیٹا! میری ڈاڑھی سفید ہو چکی ہے۔ میرے کندھے ناتواں ہو چکے ہیں مجھ میں طاقت نہیں کہ میں دشمنوں کا مقابلہ کر سکوں' مجھے فکر ہے کہ کہیں مشرک آپ کو نقصان نہ پہنچا دیں۔

امام الانبیاء......آخر وہ کہتے ہی کیا ہیں؟ کیا ان کے پاس ان کے مذہب کی حقانیت پر کوئی دلیل ہے......؟

ابو طالب......ان کے پاس ظاہری قوت ہے' وجاہت ہے' سیاست ہے' اقتدار ہے۔

امام الانبیاء۔ یا عم! آپ میری جان کی فکر نہ فرمایئے۔ کیونکہ میری پوزیشن انفرادی نہیں ہے۔ میں تو مالک الملک کا پیغمبر ہوں۔ میری ذمہ داری اسی پر ہے' جس نے مجھے بھیجا ہے۔

''شہر مکہ کے قریشی اگر نظام شمسی کو میرے داہنے ہاتھ پر رکھ دیں اور نظام قمری کو میرے بائیں ہاتھ پر رکھ دیں' جب تک میرے جسم میں جان ہے اور منہ میں زبان ہے' تب تک نہ تو قرآن میری زبان سے جا سکتا ہے اور نہ تبلیغ حق سے کوئی مجھے روک سکتا ہے''

دست از طلب ندارم تا کام من برآید
یا تن رسد بجاناں یا جاں زتن برآید!

میرے ہاتھوں میں لا کر چاند سورج بھی اگر رکھ دیں میرے پیروں تلے روئے زمین کا مال وزر رکھ دیں خدا کے کام سے میں ہرگز باز رہ نہیں سکتا یہ بت جھوٹے ہیں میں جھوٹوں کو سچا کہہ نہیں سکتا

میں سچا ہوں تو بس میرے لئے میرا خدا بس ہے
کسی امداد کی حاجت نہیں اس کی رضا بس ہے

ابو طالب نے جب حضرت کے یہ شجاعت آمیز اور استقلال و استقامت سے لبریز کلمات سنے تو کہنے لگے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ اسی طرح رہے تو آپ کا کوئی کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔

صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی دین میں استقامت:

آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد استقامت کو مخلف صحابہ کرام کو بتایا گیا ہے۔ کیونکہ حضرت کی وفات کے بعد اس سارے نظام کا ذمہ دار صحابہ کرام نے ہونا تھا اور ظاہر ہے انسان ذمہ داری سے سبکدوش اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے پروگرام میں مستقل نہ ہو۔

صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) کا استقلال:

اگر دیکھنا ہو تو ہجرت کی رات کا سفر پیش نظر رکھئے۔ حضور کے دروازے پر پہنچنے کے بعد استقلال و استقامت کا مجسمہ صداقت کا پیکر اور وفا و خلوص کا مخزن صدیق یہ نہیں کہتا کہ مجھے گھر والوں کا انتظام کرنے دیجئے۔ ادھر سے حکم ہوتا ہے تو ادھر سے بغیر کسی تامل کے لبیک کی آواز سنائی دیتی ہے۔

''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم شب ہجرت تشریف لائے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی چارپائی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خالی کر دیا اور آپ پیچھے ہو گئے پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور گھر میں میرے اور میری بہن اسماء کے بغیر اور کوئی نہیں تھا۔ پس حضرت نے فرمایا جو تیرے گھر ہوں انہیں باہر کر دیجئے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا حضرت یہ تیرا اپنا اہل ہے اور یہ اور میرے ماں باپ ہم سب آپ پر قربان ہوں پس آپ نے فرمایا خدا تعالیٰ نے مجھے ہجرت کی اجازت دی ہے تو ابوبکر صدیق نے عرض کیا میں بھی آپ کا رفیق ہوں گا۔ آپ نے فرمایا ہاں! آپ کی رفاقت کی ضرورت ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی کہ خدا کی قسم مجھے اس دن کی پہلے یہ خبر نہ تھی کہ فرط محبت کی وجہ سے بھی رونا آ جاتا ہے۔ پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دو سواریاں میں نے آپ کے لئے ہی تیار کی ہوئی ہیں۔

(سیرت ابن ہشام ج 2 ص 129)

فاروق اعظم (رضی اللہ عنہ) کا استقلال:

اگر معلوم کرنا ہو تو آپ کے اسلام لے آنے کے بعد در کعبہ وا کرانے بیت اللہ کے اندر نماز جماعت سے پڑھانے کا مطالعہ کیجئے اور اس اعلان کو زیر توجہ لائیے کہ اے مکہ کے رہنے والے قریشیو! اگر کسی نے اپنے بیٹوں کو یتیم اور بیویوں کو رانڈ کرانا ہو تو آ کر مقابلہ کرو عمر مسلمان ہو چکا ہے۔

عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) کا استقلال:

اگر دیکھنا ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مکہ معظمہ قاصد بن جانے کی بابت دیکھئے جبکہ مشرکین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے تو انکار کرتے ہیں۔ لیکن سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو پرانے تعلقات کے پیش نظر طواف کعبہ کی اجازت دے دیتے ہیں مگر سیدنا عثمان کا دین و ایمان اور مسلک حق نیز محبت رسول مقبول کے سلسلے میں استقلال دیکھئے — فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر کعبہ کا طواف تو ہو جائے گا لیکن ایمان باقی نہ رہے گا اور ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی نے عرض کیا کہ یا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی قسمت کا کیا کہنا ان کو تو با فراغت طواف کعبہ نصیب ہوا۔ آپ نے فرمایا میرا دل اعتبار نہیں کرتا کہ عثمان غنی میرے بغیر کعبے کا طواف کرے۔

سیدنا علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) کا استقلال:

اگر مطلوب ہے تو غزوہ خیبر کے واقعات کا مطالعہ فرمائیے۔ اس کے علاوہ خالد بن ولید' ابوعبیدہ الجراح' طلحہ و زبیر جیسے اولو العزم صحابہ کے مجاہدانہ کارناموں سے پتہ چلتا ہے کہ وہ دین میں استقلال و استقامت کے پہاڑ تھے۔

صحابہ رسول اور رسول مقبول پر خداوندی نگاہ اصطفاء:

استاد کی شفقت تمام تلامذہ پر ہوتی ہے لیکن کسی کی قابلیت و استعداد لیاقت و محنت کی وجہ سے استاد مجبور ہو جاتا ہے کہ اسے اپنے لئے چن لے۔ اس چن لینے کا ترجمہ عربی میں اصطفاء ہے' اصطفاء اور اجتباء کا صیغہ قرآن میں متعدد مقامات پر لایا گیا ہے۔

پیغمبروں کا اور پیغمبروں میں سے خاص پیغمبروں کا مصطفیٰ اور مجتبیٰ ہونا ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے جس سے کوئی باشعور انسان انکار نہیں کر سکتا۔

اللہ یصطفی من الملائکۃ رسلا و من الناس ان اللہ سمیع بصیر

اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے جو فرشتوں میں سے رسالت کے لئے جس کو چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے اور اسی طرح آدمیوں میں سے تحقیق اللہ تعالیٰ خوب سننے والا دیکھنے والا ہے۔ (سورہ حج' پارہ 17)

اس کے علاوہ صحابہ کرام پر اسی صیغے کا استعمال کیا گیا۔

ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا

''پھر یہ کتاب ہم نے ان لوگوں کے ہاتھ میں پہنچائی جن کو ہم نے تمام دنیا کے بندوں میں سے پسند فرمایا''

ایک مفید مطلب:

ان جملوں میں آگے آیت یوں ہے:

فمنهم ظالم لنفسه و منهم مقتصد و منهم سابق بالخیرات

جن کا ترجمہ اور مطلب یہ ہے پیغمبر کے بعد ہم نے برگزیدہ بندوں کو قرآن کا وارث کیا یعنی مطلقاً ایمانداروں کے لئے کیوں کہ ایمان لانے والے کافروں کے لحاظ سے برگزیدہ ہوتے ہیں پھر ایمانداروں کی تین قسمیں ہیں۔

(1)— گناہگار مومن جنہوں نے کبائر اور صغائر گناہ کر کے اپنے نفس پر ظلم کئے۔

(2)— درمیانی حالت میں رہنے والے مومن کہ عامل بالقرآن تو ہیں مگر پورے نہیں۔

(3)— کامل الایمان سابق بالخیرات جو حتی الامکان قرآن پر عمل کرتے رہتے ہیں۔

تیسرے نمبر والے اوصاف اولاً بالذات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر صادق آتے ہیں تو مطلب یوں بنے گا کہ جو لوگ ایمانی حیثیت سے تمام دنیا کے انسانوں سے چنے ہوئے ہیں ان میں سے ہم نے چن کر قرآن کا حقیقی وارث بنایا جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وراثت کا پورا حق ادا کیا' اس قرآن کی

بذریعہ کرامت نشر واشاعت کی بذریعہ تبلیغ دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچایا اور یقیناً وہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہی تھے۔

صیغہ صلوٰۃ حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام کے لئے:

ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام بھیجو۔

اس آیت میں خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ خبر دی ہے کہ میں اور میرے فرشتے ہم سب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت بھیجتے ہیں۔ لہٰذا ایمان والوں کو بھی چاہئے کہ وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام بھیجیں اب اسی طرح خدا وندی رحمت صحابہ کرام پر ملاحظہ فرمائیے۔

ھو الذی یصلی علیکم وملائکتہ لیخرجکم من الظلمت الی النور وکان بالمؤمنین رحیما

"فرشتے بھی تم پر بھی رحمتیں بھیجتے رہتے ہیں تاکہ حق تعالیٰ تم کو تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے آئے اور اللہ تعالیٰ مومنین پر بہت مہربان ہے"

فرقہ امامیہ چونکہ ائمہ کرام کو معصوم مانتے ہیں لہٰذا یہ آیت ان کے حق میں نہیں ہو سکتی۔

شرح صدر حضور علیہ السلام کے لئے:

الم نشرح لک صدرک

"اے حبیبؐ! کیا ہم نے تیرا سینہ کھول نہیں دیا"

شرح صدر صحابہ کرام کے لئے:

افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فھو علی نور من ربہ

"جس شخص کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے قبول کرنے کے لئے کھول دیا پس وہ شخص خدا تعالیٰ کے عطا شدہ نور پر ہے"

ان دونوں آیتوں میں خدا تعالیٰ نے شرح صدر کا لفظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی استعمال فرمایا ہے اور اولاً بالذات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لئے بھی۔

نصرت خدا وندی روح دو عالم کے لئے:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا:

ینصرک اللہ نصرا عزیزا

"اللہ تعالیٰ آپ کو ایسا غلبہ دے کہ جس میں عزت ہی عزت ہو"

صحابہ کرام کے حق میں فرمایا:

کان حقا علینا نصر المؤمنین

"ایمان داروں کی امداد ہمارے ذمہ تھی"

یومئذ یفرح المؤمنون بنصر اللہ

"اس روز مسلمان اللہ کی اس امداد پر خوش ہوں گے"

رسول مقبول علیہ السلام اور صحابہ کرام کی مخالفت میں جہنم ملے گی:

ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولی ونصلہ جھنم وساءت مصیرا

"اور جو شخص ہدایت کی وضاحت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے اور مومنین کے راستے کو چھوڑ کر کسی اور کے راستے کی تابعداری کرے جدھر پھرے گا ادھر پھیریں گے اور اسے جہنم میں داخل کریں گے اور جہنم برا ٹھکانا ہے"

اشتراک فی المقصد:

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ وکفی باللہ شھیدا

"اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس دین کو تمام ادیان پر غالب کردے اور خدا تعالیٰ کی ہی گواہی کافی ہے"

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی غرض وغایت آپ نے ملاحظہ فرمائی اب حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی خلافت کی غرض وغایت کی طرف توجہ فرمائیے۔

وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم

"خدا تعالیٰ نے آنحضرتؐ کے زمانہ کے ایمانداروں سے وعدہ کیا ہے کہ ان کو زمین میں پہلوں کی طرح خلیفہ بنائیں گے اور ان کے اس دین کو جسے ان کے لئے خدا تعالیٰ نے چن لیا ہے غالب کردے گا۔

ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ کا مقصد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور خلفاء کی خلافت سے ایک ہے اور غلبہ دین اور اقتدار اسلام ہے"

اشتراک فی الشہادۃ:

لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا

"تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تم پر گواہی دیں"

حشر کے دن بارگاہ ربوبیت میں سب انبیاء مع اپنے معتقدین ومنکرین کے حاضر کئے جائیں گے۔ پہلا سوال یہ ہوگا...... ھل بلغتم رسالتی...... کیا تم نے میرے پیغامات پہنچائے...... انبیاء کرام سب کے سب جواب دیں گے...... بلی یا رب...... ہاں...... اے میرے رب۔

منکرین سے سوال کیا جائے گا کیا ہمارے پیغمبر توحیدی پیغام لے کر تمہارے پاس آئے تھے؟ وہ جواب دیں گے ہرگز نہیں۔ اب لامحالہ دو گروہوں میں سے ایک گروہ کا سچا اور دوسرے کا جھوٹا ہونا تو ضروری ہے۔ اس لئے انبیاء علیہم السلام سے گواہ طلب کئے جائیں گے بس انبیاء علیہم السلام عرض کریں گے کہ یا اللہ ہماری صداقت کی شہادت کے لئے حضور علیہم السلام کی امت کو پیش کیا جائے۔

چنانچہ سرور کائنات کے خواص امتی پیش کئے جائیں گے۔ یعنی صحابہ کرام اور ان کے متبعین اور ان سے پوچھا جائے گا۔

امت رسول مقبول سے پروردگار عالم کا خطاب:

انبیاء علیہم السلام کی امتیں ان کی تبلیغ اور اشاعت کا انکار کرتی ہیں اور انبیاء علیہم السلام کلمہ حق پہنچانے اور اس پر تکلیفیں برداشت کرنے کے مدعی ہیں۔ شہادت میں انہوں نے تمہارے اسماء گرامی پیش کئے ہیں تمہیں صرف اس لئے بلایا گیا ہے تاکہ تم حقیقت افروز گواہی دے سکو۔

(بقیہ صفحہ: 26 پر)

قرآن اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

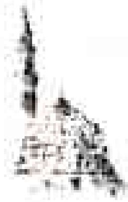

آمنہ کے لعل کو خالق نے دین حق کی ترویج و اشاعت کے لئے مبعوث فرما کر ارشاد فرمایا:

هو الذى ارسل رسوله بالهدى و دين الحق ليظهره على الدين كله

میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد بعثت بیان فرمایا۔ آمنہ کے لعل حبیب کبریا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین اسلام کے لئے جب دعوت و تبلیغ کا سفر شروع کیا تو ظلم و ستم، مصائب و آلام کے پہاڑ سامنے راستہ روکے ہوئے نظر آئے۔ لیکن مال و دولت اور عزت و وجاہت کا کوئی لالچ ظلم و ستم، مقاطعہ اور قتل کی کوئی دھمکی آپ کو صراط مستقیم سے ذرہ برابر بھی ہٹانے میں کامیاب نہ ہو سکی۔ آپ نہایت مستقل مزاجی اور عزم و استقامت کے کوہ گراں بن کر دین حق کی ترویج فرماتے رہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان اول پر ہی ایک وفادار اور جانثار نے لبیک کہی اور پھر ساری زندگی اسلام کی اشاعت کے لئے وقف کر دی۔ یہی وہ ہستی ہے جسے عمر بھر رفاقت رسالت مآب کا شرف حاصل رہا اور بعد از وصال بھی ان کی رفاقت قائم و دائم ہے۔

ویسے تو عام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضور کے دیوانے مستانے اور پروانے تھے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسالہ کو زمین پر نہیں گرنے دیتے تھے۔ تیروں کی بارش میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہیں چھوڑتے، اپنی جان قربان کر دیتے ہیں۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جان قربان کرنا ان کی عین تمنا اور ایک نگاہ التفات کو پا لینا ان کے لئے زندگی کا حاصل تھا۔

ان ہی ستاروں اور ماہ پاروں میں ایک شخصیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بھی ہے، عشق و محبت اور سوز و گداز جو حضرت ابوبکر صدیق میں ہے وہ تاریخ محبت میں کسی اور سطح پر نہیں ملتا۔ جس طرح تمام انبیاء میں امام الانبیاء کا ثانی کوئی نہیں، اسی طرح تمام انبیاء کے صحابہ میں حضرت ابوبکر صدیق کا ثانی کوئی نہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق کی شخصیت محتاج تعارف نہیں، ایک ایسی شخصیت جو منبع صدق و وفا، جود و سخا، جانشین پیغمبر، اسلام کی خشت اول، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غمگسار، عشق رسول سے سرشار اور جسے خالق نے بے حد و شمار فضائل و کمالات ودیعت فرمائے، آفتاب نبوت کی ضیاء پاشیوں نے ان کے قلب اطہر کو ایسا صاف و شفاف اور منور کیا کہ کمالات نبوت کا عکس اور پرتو اس میں جگمگانے لگا۔

ایک ایسی شخصیت کہ جن کی مدح و توصیف میں خالق اپنے آخری اور لاریب کلام میں آیات بینات نازل کرے اور کلام الٰہی میں کسی انسان کی مدح میں ایک لفظ بھی نازل ہو گیا وہ اس کی شان رفعت کیلئے کافی و وافی ہے۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جماعت صحابہ میں اتنا اونچا مقام رکھتے ہیں کہ ان کی شان، عظمت، رفعت، تقدس، صحابیت، انفاق فی سبیل اللہ، اقوال، افعال، اعمال، ایثار اور رضائے الٰہی کا تمغہ بذریعہ وحی آمنہ کے لعل کے قلب اطہر پر آسمانوں سے نازل ہو، حضرت ابوبکر صدیق کی ذات گرامی پر سینکڑوں کتب موجود ہیں۔

زیر نظر مضمون جس میں سیدنا صدیق اکبر کی شان میں نازل ہونے والی چند آیات کو یکجا کیا گیا ہے اور ساتھ ساتھ ان آیات کا پس منظر اور شان نزول بھی مختصر الفاظ میں نقل کر دیا گیا ہے تاکہ دور حاضر کے مسلمان اور غلبہ اسلام کے لئے کوشاں افراد اور جماعتیں مجاہد اول کی زندگی کے اس پہلو اور کردار سے روشناس ہو سکیں۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس خدمت کو قبول فرمائے اور مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ فیض یاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) محمد ندیم قاسمی پسرور

1- وشاورھم فی الامر:

(پارہ ۴ آیت ۱۵۹ سورۃ آل عمران)

"اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے مشورہ کریں۔"

مصداق آیت اور شان صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ):

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آیت ...... وشاورھم فی الامر ...... میں خالق نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو مشورہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس سے مراد حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں کیونکہ یہ دونوں بزرگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر اور ساتھی ہیں۔

مسند احمد کی روایت میں آتا ہے کہ حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکر و عمر اگر تم دونوں کسی معاملہ میں متفق ہو جاؤ تو میں تمہارے خلاف نہیں کروں گا۔

(روح المعانی ص ۱۰۶ جلد ۴)

تشریح: ......

یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ مشورہ کی ضرورت ان امور میں پیش آتی ہے جن کا وحی الٰہی کے ذریعہ سے واضح حکم نہیں ہوتا ہے کیونکہ جہاں حکم خداوندی موجود ہو تو اس کا اتباع ضروری ہے اور اس میں مشورہ کی ضرورت نہیں اور مفسرین فرماتے ہیں کہ ...... شاورھم ...... امر کا صیغہ ہے۔ تو مشورہ وجوب کا درجہ رکھتا ہے۔ حضرات

CS CamScanner

شیخین کو خالق نے علم وفہم کی دولت سے مالا مال فرمایا تھا۔ اس لئے ان سے مشورہ کرنے کا حکم دیا ہے کہ جن معاملات میں وحی نہ آئے ان میں اپنے صحابہ سے مشورہ کرلیں۔

مذکورہ آیت میں جو مشورہ کا حکم دیا گیا ہے علامہ سیوطی نے خلفاء راشدین میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارہ میں نازل ہوئی۔

(خلفاء راشدین ص ۴۹)

2- لقد سمع الله قول الذين قالوا ان الله فقير و نحن اغنياء

(پارہ ۴ سورۃ آل عمران، آیت ۱۸۱)

"البتہ سن لی اللہ تعالیٰ نے بات ان لوگوں کی جنہوں نے کہا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم مالدار ہیں۔"

شان نزول:

مفسرین کرام اس آیت کے شان نزول کے سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فنحاص بن عازوراء کے پاس ایک خط دے کر بھیجا اور یہ وہی قبیلہ بنی قینقاع کے یہودیوں میں سے علم وفضل کے لحاظ سے اعلیٰ مقام رکھتا تھا اس خط میں آنحضرت نے یہودیوں کو قبول اسلام نمازوں کی ادائیگی، زکوٰۃ کی ادائیگی اور صدقات دینے کی دعوت دی تھی۔

فنحاص نے مکتوب رسالت پڑھا اور کہا کہ مسلمانوں کا رب اتنا محتاج ہو گیا ہے کہ وہ ہم سے قرض مانگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی گستاخی سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو غصہ آیا اور ایک طمانچہ فنحاص یہودی کے چہرے پر رسید کر دیا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ گستاخ رب اکبر کا کام تمام کر دوں لیکن ہدایت رسالت کی وجہ سے میں رک گیا۔

وہ یہودی بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں آیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شکایت کی، حضورؐ نے شکایت سن کر فرمایا کہ ابوبکر تم نے ایسا کیوں کیا؟

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آقا اس بدبخت نے رب العزت کے بارہ میں کہا تھا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں۔

فنحاص نے بات سنی تو کہنے لگا کہ میں نے یہ بات نہیں کہی اگر کہی ہے تو حضرت ابوبکر صدیق کوئی گواہ پیش کریں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ ابوبکر کوئی گواہ ہے؟ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس اس وقت گواہ نہیں تھا، کیونکہ جب یہ بات ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیق اور فنحاص کے علاوہ تیسرا شخص کوئی نہیں تھا۔

اس وقت جبرائیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی لیکر نازل ہوئے اور فرمایا کہ:

لقد سمع الله قول الذين قالوا ان الله فقير و نحن اغنياء

"تحقیق اللہ نے ان لوگوں کی بات سن لی جو یہ کہتے تھے کہ اللہ فقیر ہے اور ہم مالدار ہیں"۔

(سیرت حلبیہ ج ۳ ص ۲۱۹)

علامہ آلوسی روح المعانی میں لکھتے ہیں:

والذى نفسى بيده لولا العهد الذى بيننا و بينك لضربت عنقك يا عدو الله تعالىٰ

"اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر ہمارے درمیان معاہدہ نہ ہوتا تو اے اللہ کے دشمن، میں تیری گردن اڑا دیتا"۔

(روح المعانی ج ۴ ص ۱۴۰)

3- يايها الذين امنوا من يرتد منكم عن دينه فسوف يأتى الله بقوم يحبهم و يحبونه اذلة على المؤمنين اعزة على الكافرين يجاهدون فى سبيل الله ولا يخافون لومة لائم

(سورۃ مائدہ آیت نمبر ۵۴ پارہ ۶)

"اے ایمان والو! جو پھر جائے تمہارے گروہ کا اپنے دین سے، تو اس کے بعد اللہ ایسی جماعت کو لائے گا کہ خدا ان کو دوست رکھے گا، اور وہ خدا کو دوست رکھیں گے، تواضع کرنے والے ہوں گے، ایمان والوں کے مقابلے میں سختی کرنے والے ہوں گے، اللہ کے راستے میں جہاد کریں گے، اور جہاد کے سلسلہ میں ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کریں گے، یہ اللہ کا فضل ہے، جس کو چاہتا ہے نوازتا ہے اللہ وسعت والا اور دانا ہے۔"

آیت ردہ کی وضاحت:

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اس قرآنی آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد پیدا ہونے والے فتنہ ارتداد کا ذکر ہے اور ان فتنوں کا تعاقب جس طرح سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ نے کیا ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔

چنانچہ حضرت حسن بصری اسی آیت سے خلافت صدیق کی دلیل پکڑتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب ہی تھے کہ جب عرب مرتد ہو گئے تو حضرت ابوبکر صدیق اور ان کے رفقاء نے ان کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔

"آیت ردہ" کے واقعہ کی اصل حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخیر زمانہ میں تین قبیلے مرتد ہو گئے، ہر قبیلے سے ایک ایک مدعی نبوت کھڑا ہو گیا، مسیلمہ کذاب، اسود عنسی اور ایک عورت طلیحہ کا نام تاریخ میں موجود ہے ماسوائے حرمین شریفین اور شہر جواثی کے جو بحرین کے مضافات میں ہے اکثر لوگ مرتد ہو گئے، بعض قبائل نے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا اور یہ کہہ دیا کہ آپ کے بعد کسی کو زکوٰۃ لینے کا اختیار نہیں ہے، ایک طرف جہاں آرائے نبوت کے دیدار سے محرومی اور دوسری طرف فتنہ ارتداد کی یہ شدت دیکھ کر تمام مسلمان لرز گئے، تیسری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کہ اسامہ کا لشکر شام کی جانب مسلمانوں کا انتقام لینے کے لئے روانہ کر دیا جائے، اس وقت حضرت ابوبکر صدیق ہی تھے کہ جن کی قوت فیصلہ نے یہ رنگ دکھایا کہ کوہ استقامت بن کر تمام پریشانیوں کے باوجود مطلع اسلام کے غبار کو صاف کر کے اسلام کی پیشانی کو منور کیا۔

(از رسالہ تعلیم "مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنوی")

فتنہ ارتداد اور استقامت صدیق (رضی اللہ عنہ):

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مرتدین کے خلاف اعلان جہاد کیا تو بعض صحابہ کرام نے اس امر میں اختلاف کیا، منکرین زکوٰۃ کو بعض نے اہل قبلہ قرار دے کر جہاد سے پہلو تہی کا مشورہ دیا اور بعض دیگر مرتدین کے خلاف مصلحت کا درس دینے لگے تو سیدنا صدیق اکبر نے ان کے بارے میں فرمایا:

تم الدين وانقطع الوحى اينقص و انا حى

"دین مکمل ہو چکا اور وحی بند ہو چکی، کیا دین پر زوال آئے اور میں زندہ ہوں"۔

لیکن صدق و وفا کے پیکر سیدنا صدیق اکبر جرأت واستقامت کا کوہ گراں بن کر شریعت مطہرہ کے اصولوں کے مقابلے میں ڈٹ گئے۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں...... قام فی الردۃ مقام الانبیاء ...... فتنہ ارتداد میں حضرت صدیق اکبر نے وہ کام کیا جو انبیاء کے کرنے کا تھا۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں:

کرھنا فی الابتداء و حمدناہ فی الانتھاء

"یعنی ہم لوگوں نے ابتداء میں قتال مرتدین کو ناپسند کیا تھا مگر انجام دیکھ کر پھر ہم سب حضرت ابوبکر صدیق کے شکر گزار ہوئے۔"

(خلفاء راشدین از مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنوی ص ۳۰)

خلاصہ کلام:

جب تک فتنہ ارتداد ظاہر نہیں ہوا تھا اس وقت کسی کے علم میں نہیں تھا کہ اس آیت مبارکہ میں کن لوگوں کی صفات بیان ہوئی ہیں، مگر فتنہ ارتداد کے بعد حضرت خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فتنہ کا قلع قمع کیا تو معلوم ہوا کہ اس میں خلیفہ بلا فصل اور ان کے رفقاء کی تعریف ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے طفیل ان کے رفقاء اللہ کے محب اور محبوب ٹھہرے۔

(روح المعانی ج ۶ ص ۱۶۱)

4۔ الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذ ھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا فانزل اللہ سکینتہ علیہ و ایدہ بجنود لم تروھا و جعل کلمۃ الذین کفروا السفلی و کلمۃ اللہ ھی العلیا واللہ عزیز حکیم

(سورۃ توبہ پارہ ۱۰ آیت ۴۰)

"اگر تم لوگ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد نہ کرو گے (کچھ پرواہ نہیں) اللہ ان کا پہلے ہی مددگار ہے، اس نے ان کی مدد اس وقت کی تھی کہ جب کافروں نے ان کو نکال دیا تھا اور وہ دو میں سے ایک تھے، جب دونوں غار میں تھے، جس وقت آپ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے کہ فکر مت کر اللہ ہمارے ساتھ ہے، پس اللہ نے ان پر اپنی تسکین اور تسلی نازل فرما دی اور ایسے لشکروں سے جنہیں تم نے نہیں دیکھا سے حفاظت کی اور اللہ نے کافروں کی بات نیچی کی اور اللہ کا بول ہمیشہ بالا ہی رہتا ہے اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔"

شان نزول:

ان آیات بینات کے نزول کے سلسلہ میں تمام مفسرین اور محدثین کا اتفاق ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی اور اس میں حضرت ابوبکر صدیق کی نصرت اور جانثاری کا تذکرہ بطور خاص کیا گیا ہے۔

سفر ہجرت کا پس منظر:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جانثاروں کے ساتھ تیرہ سال تک مکہ کی سنگلاخ وادیوں میں پیغام خداوندی سناتے رہے اور کفار کے ظلم و ستم بھی برداشت کرتے رہے، جب آمنہ کے لعل نے دیکھا کہ کفار کے ظلم و ستم اپنے عروج پر پہنچ چکے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکم خداوندی صحابہ کرام کو پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم فرمایا، یہ پہلی ہجرت کہلاتی ہے، اس کے بعد دوسری ہجرت مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہوئی، تمام صحابہؓ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے، مکہ میں صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق، حضرت علی کے سوا اور کوئی نہ تھا، حضرت ابوبکر صدیق نے بھی ہجرت کیلئے اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا کہ:

لا تعجل لعل اللہ ان یجعل لک صاحبا

"جلدی نہ کرو شاید اللہ تعالیٰ تمہارا کوئی رفیق بنا دے"

سیرت مصطفیٰ میں مولانا محمد ادریس کاندھلوی لکھتے ہیں، حضرت علی فرماتے ہیں جب جبرائیل علیہ السلام نے آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رب کی طرف سے ہجرت کا پیغام سنایا اور حکم دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ میرے ساتھ کون ہجرت کرے گا؟ تو جبرائیل نے عرض کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ (سیرت مصطفیٰ ج ۱ ص ۳۷۶)

جس رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمانا تھی کفار نے قصر نبوت کا محاصرہ کیا، اول حضور حضرت ابوبکر صدیق کے گھر تشریف لائے ان کو ساتھ لے کر تاریکی شب میں مکہ سے جنوب کی جانب کوہ ثور کی طرف روانہ ہوئے، راستہ دشوار گزار تھا، حضرت ابوبکر صدیق نے نبوت کو کندھوں پر اٹھایا تا کہ پاؤں مبارک زخمی نہ ہوں غار ثور کو صاف کر کے بدن کے کپڑے پھاڑ کر تمام روزن بند کئے پھر آپ کو اندر تشریف لانے کے لئے عرض کیا۔

حضور و صدیق کی تلاش شروع ہوئی اس ضمن میں خاندان صدیق پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے، لیکن خاندان صدیق نے نبی و صدیق کے بارہ میں کفار کو نہ بتلایا، کفار تلاش کرتے کرتے غار کے دھانے پر پہنچے تو صدیق اکبر نے عرض کیا آقا اگر دشمن اپنے قدموں کی طرف دیکھ لیں تو ہمیں دیکھ لیں گے" تو آقا فرماتے ہیں!

لا تحزن ان اللہ معنا

"گھبراؤ نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے"

نبی و صدیق نے تین دن اس غار میں قیام فرمایا، اس دوران سارا خاندان صدیق خدمت پر معمور ہے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کھانا لاتیں، حضرت عبداللہ بن ابی بکر اہل مکہ کی باتیں سنا جاتے، اور عامر بن فہیرہ حضرت ابوبکرؓ کی بکریوں کا دودھ دے جاتے۔

تین روز کے بعد حضرت عبداللہ بن ابی بکر مکہ مکرمہ سے دو اونٹنیاں لائے جس کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہجرت کے لئے تیار کر رکھا تھا، سفر جاری ہوا ۱۲ ربیع الاول بروز جمعہ سنہ ایک ہجری بوقت سہ پہر دشوار گزار سفر ختم ہوا اور آنحضرت اپنے رفیق غار و مزار کے ساتھ مکہ سے مدینہ پہنچے۔ مذکورہ آیات بینات حضرت ابوبکر صدیق کی شان میں غار ثور میں نازل ہوئیں۔

ایک شبہ کا ازالہ:

مذکورہ آیت کریمہ میں لفظ حزن استعمال ہوا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں..... لا تحزن ان اللہ معنا..... قرآن و سنت کا مطالعہ کرنے سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ اگر اپنے وجود کا فکر ہو تو اس کے لئے لفظ خوف آتا ہے، اور اگر دوسرے کا فکر ہو تو اسے حزن کہا جاتا ہے، حضرت ابوبکر صدیق کو فکر تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا۔

اور حضرت ابوبکرؓ نے عرض بھی کیا کہ حضورؐ اگر میں مارا جاؤں تو فقط ایک شخص ہلاک ہوگا، لیکن اگر آپ مارے گئے تو ساری امت ہلاک ہو جائے گی۔

آیئے اب قرآن سے دلیل دیکھتے ہیں:

غم یوسف علیہ السلام میں یعقوب علیہ السلام کے متعلق قرآن میں فرمایا گیا ہے:

و ابیضت عیناہ من الحزن

اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کے متعلق ام موسیٰ کو خلاق عالم کی طرف سے بشارت دی گئی:

لا تخافی ولا تحزنی انا رادوہ الیک

وجاعلوه من المرسلین

معلوم ہوا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو حزن حضرت یوسف علیہ السلام کا اور امام موسیٰ کو حزن حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اور اسی طرح غار میں صدیق اکبرؓ کو حزن حضرت امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا کیونکہ لا تخافی ولا تحزنی —— کا تقابل بتلا رہا ہے کہ حزن اور خوف الگ الگ دو چیزیں ہیں۔

اور حضرت حسان ابن ثابت بارگاہ رسالت میں شان صدیقی میں فرماتے ہیں!

و ثانی اثنین فی الغار المنیف و قد
طاف العدو بہ اصعد الجبلا
و کان حب رسول اللہ و قد اعلموا
من البریۃ لم یعدل بہ رجلا

"دو میں سے ایک تھے جب بلند غار میں پہنچے، دشمنوں نے بہت چکر لگائے جب وہ پہاڑی پر چڑھا، وہ رسول اللہ کا محبوب ہے تمام دنیا کو معلوم ہے کہ اس کا کوئی ہمسر نہ ہو سکا۔"

یہ اشعار سن کر آنحضرت کے اس قدر خوش ہوئے کہ آپ کے دانت ظاہر ہو گئے، اور فرمایا حسان تو نے سچ کہا ابو بکرؓ ایسے ہی ہیں جیسا کہ تو نے کہا۔

(سیرت صدیق ص ۱۵۲)

عظمت صدیق رضی اللہ عنہ کا کوئی مقابلہ کر سکا ہے نہ کر سکتا ہے، اور جب تک خدا کا قرآن اس دھرتی پر موجود ہے ہر پڑھنے والے کی زبان پر حسنات صدیقی کی تلاوت جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گی۔

5- ونزعنا ما فی صدورھم من غل اخوانا علی سرر متقابلین

(سورۃ حجر آیت ۴۷)

"ان کے دلوں میں جو کچھ رنجش و کینہ تھا، ہم سب کچھ نکال دیں گے بھائی بھائی بنے ہوئے ایک دوسرے کے آمنے سامنے شاہی تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔"

شان نزول و عظمت صدیق:

مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ کی شان میں نازل ہوئی۔

علامہ آلوسی نے روح المعانی میں لکھا ہے:

عن علی بن الحسینؓ ان ھذہ الایۃ نزلت فی ابو بکرؓ و عمرؓ و علیؓ (و نزعنا مافی صدورھم من غل) قال، واللہ انھا لفیھم انزلت و فیمن تنزل الا فیھم؟ قلت، وای غل ھو؟ قال: غل الجاھلیۃ ان بنی تیم و بنی عدی و بنی ھاشم کان بینھم فی الجاھلیۃ فلما اسلم ھؤلاء القوم تحابوا فاخذت ابابکر الخاصرۃ فجعل علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ یسخن یدہ فیکوی بھا خاصرۃ ابی بکرؓ عنہ فنزلت ھذہ الایۃ۔

(روح المعانی ج ۸ ص ۵۸)

"ابن ابی حاتم نے حضرت علی بن حسین (امام زین العابدین) کا قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت .... و نزعنا مافی صدورھم من غل —— حضرت ابو بکرؓ، عمرؓ و علیؓ کے حق میں نازل ہوئی۔ فرمایا! اللہ کی قسم یہ انہی کے بارہ میں نازل ہوئی۔ میں نے کہا کہ دل کی دشمنی سے کیا مراد ہے؟ فرمایا کہ جاہلیت کی عداوت، بنو تیم، بنی عدی اور بنو ہاشم میں جاہلیت کے زمانہ میں کینہ تھا۔ جب یہ قبائل ایمان لے آئے تو یہ باہم محبت کرنے لگے۔ ایک دفعہ حضرت ابو بکرؓ کو کمر کی کچھ تکلیف ہوئی تو حضرت علیؓ نے اپنے ہاتھ سے گدی گرم کر کے حضرت ابو بکرؓ کی کمر کو سینکا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔"

صاحب تفسیر مظہری ج ۶ ص ۳۳۲ پر اور علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء ص ۵۸ پر ابن عساکر کے حوالے سے مذکورہ آیت حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ کی شان میں لکھی ہے۔

6- ولا یاتل اولوا الفضل منکم والسعۃ ان یؤتوا اولی القربی والمساکین والمھاجرین فی سبیل اللہ و لیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم واللہ غفور رحیم۔ (سورۃ نور پارہ ۱۸)

"جو لوگ تم میں سے فضیلت والے اور وسعت والے ہیں، ان کو چاہیے کہ وہ یہ قسم نہ کھائیں کہ اہل قرابت اور مساکین کی اعانت نہ کریں گے، ان کو چاہیے کہ معاف کریں، اور درگزر کریں، کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہارے قصور معاف کرے، اور اللہ بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔"

شان نزول:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بنی مصطلق پر تشریف لے گئے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی اس سفر میں حضورؐ کے ساتھ تھیں، واپسی پر راستے میں ایک جگہ لشکر اسلام کا پڑاؤ ہوا، حضرت عائشہ صدیقہ لشکر اسلام سے دور قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئیں، واپسی پر ہار گم ہو گیا، اس کی تلاش میں تاخیر ہوئی، واپس آئیں تو لشکر روانہ ہو چکا تھا، سیدہ عائشہ اسی مقام پر تشریف فرما ہو گئیں۔ حضرت صفوان کی ڈیوٹی لشکر سے تین چار میل دور رہنے کی تھی کہ پڑاؤ کی جگہ پر کوئی گری پڑی چیز ملے تو ساتھ اٹھا لائیں حضرت صفوان، ابن معطل تشریف لائے دیکھا کہ کوئی چیز ہے دیکھا تو ام المومنین تھیں پردے کی آیات بینات کا نزول ہو چکا تھا، حضرت صفوان نے حضرت عائشہ کو دیکھا اور انا للّٰہ پڑھا اور اونٹ پر بٹھا کر بغیر کلام کئے ہوئے لشکر اسلام میں پہنچ گئے۔

منافقین کو تہمت کا موقع مل گیا اور انہوں نے پیغمبر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچانے کے لئے طوفان بدتمیزی کا آغاز کر دیا، اس فتنے کے بانی تو منافقین تھے بحمداللہ مسلمانوں میں سے کوئی اس میں شریک نہ تھا صرف دو تین مسلمان اپنے سادہ لوح اور بھولے پن کی وجہ سے منافقین کے دھوکے میں آ گئے، ان میں سے ایک حضرت مسطح بن اثاثہ تھے جو ایک مفلوک الحال مہاجر ہونے کے علاوہ حضرت ابو بکر صدیق کے رشتہ میں بھانجے یا خالہ زاد بھائی تھے، عسرت اور تنگدستی کی وجہ سے صدیق اکبر ان کی مالی امداد کیا کرتے تھے، جب قصہ ختم ہوا اور سیدہ کی برأت رب العالمین کی طرف سے نازل ہوئی تو حضرت ابو بکر صدیق" نے قسم کھائی کہ میں آئندہ مسطح کی امداد نہ کروں گا۔

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رقم طراز ہیں۔

"اس پر یہ آیت نازل ہوئی، یعنی تم میں سے جن کو اللہ تعالیٰ نے دین کی بزرگی اور دنیا کی وسعت دی ہے انہیں لائق نہیں ہے کہ ایسی قسم کھائیں ان کا ظرف بہت بڑا اور ان کے اخلاق بلند ہونے چاہیے"

(فوائد القرآن ص ۴۶۷)

جب یہ آیت کریمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سنائی تو حضرت ابو بکر نے فرمایا:

(باقی صفحہ پر)

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ احادیث کی روشنی میں

ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ارحم امتی بامتی ابو بکر

کہ میری امت میں سب سے زیادہ میرے امتیوں پر رحم کرنے والا ابو بکرؓ ہے۔ پھر فرمایا:

واشد هم فی امر الله عمر

احکام خداوندی کی تعمیل اور قوت سے ان کے نافذ کرنے والا عمرؓ ہے۔ پھر فرمایا:

واحیاهم عثمان

کامل شرم وحیا والا عثمانؓ ہے۔ پھر فرمایا

اقضاهم علی

"مقدمات کا فیصلہ کرنے میں ماہر علی ہے۔

دوسری حدیث:

دوسری حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا......

رحم الله ابابکر زوجنی ابنته واحملنی الی دار الهجرة واعتق بلالا

اللہ ابوبکر پر رحم کرے جس نے مجھ سے اپنی بیٹی کا نکاح کیا اور مجھے مدینہ تک ساتھ لے گیا اور حضرت بلال کو غلاموں سے خرید کر آزاد کیا اور پھر فرمایا:

رحم الله عمر يقول الحق وان كان مرا

اللہ عمر پر رحم کرے جو ہر وقت حق کہتا ہے اگرچہ کسی کو کڑوا بھی لگے۔ پھر فرمایا:

رحم الله عثمان تستحی منه الملائكة الله

عثمان پر اللہ رحم کرے جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔ پھر فرمایا:

رحم الله عليا اللهم ادر الحق معه حيث دار

اے اللہ علی جدھر جائے حق کو اس کے ساتھ کردے۔

تیسری حدیث:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انا مدينة العلم وابو بكر اساسها وعمر جدارها وعثمان سقفها وعلی بابها

فرمایا میں علم کا شہر ہوں ابوبکر اس کی بنیاد ہے عمر اس کی دیوار ہے عثمان اس کی چھت ہے علی اس کا دروازہ ہے۔ کیسی ترتیب ذکر کردی کہ ہمیشہ مکان کی بنیاد پہلے ہوتی ہے۔ پھر دیواریں بنائی جاتی ہیں۔ پھر چھت بنائی جاتی ہے۔ پھر دروازہ بنایا جاتا ہے۔

چوتھی حدیث:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ابو بكر في الجنة وعمر في الجنة وعثمان في الجنة وعلی فی الجنة

ابوبکر جنتی ہے عمر جنتی ہے عثمان جنتی ہے علی جنتی ہے۔ (رضی اللہ عنہم) یہ پیغمبر کی ترتیب ہے۔

پانچویں حدیث:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خير القرون قرنی

یہ خلفاء اربعہ کا زمانہ ہے۔ اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا زمانہ کہا ہے۔ قرنی کے چار حرف ہیں۔ قاف سے اشارہ ابوبکر صدیق کی طرف ہے۔ راء سے اشارہ عمر فاروق کی طرف ہے نون سے اشارہ عثمان کی طرف ہے یاء سے اشارہ علی (رضی اللہ عنہم) کی طرف ہے۔ اسی طرح یہ ترتیب صحابہ نے ذکر کی ہے۔

حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) خلیفہ بلافصل ہیں:

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ صحابہؓ مرتبہ میں پہلے ابوبکرؓ کا نام لیتے پھر عمرؓ کا پھر عثمانؓ، پھر علیؓ کا اس کے بعد کی ترتیب چھوڑ دیتے تھے تو یہ ترتیب قرآن نے ذکر کی ہے۔ اور نبیؐ کے فرمان نے ذکر کی ہے اور صحابہؓ کی زبان نے ذکر کی ہے۔ اس لئے ہم حضرت ابوبکر کو افضل الصحابہؓ کہتے ہیں۔ خلیفہ بلافصل کہتے ہیں کہ پیغمبر کا پہلا خلیفہ حضرت ابوبکرؓ ہے محمد رسول اللہؐ کے بعد۔

والذین معه...... یہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت بلافصل کی دلیل ہے۔ جو نبی کے ساتھ ہے۔ بلافصل وہی ہے اس لئے پہلا خلیفہ وہی ہے۔

والذی جاء بالصدق...... کے بعد وصدق به...... ابوبکر کی خلافت بلافصل کی دلیل ہے جو نبی کا پہلا مصدق ہے وہی پہلا خلیفہ ہے۔

وسيجنبها الاتقى...... ابوبکرؓ کی خلافت بلافصل کی دلیل ہے کہ جو نبی کے بعد سید الاتقیاء وہی سید الصحابہؓ ہے اور جو سید الصحابہ ہے وہی خلیفہ اول ہے۔ حضرت حذیفہؓ کی روایت ہے......

اقتدوا بالذين من بعدی ابی بکر وعمر...... کہ میرے بعد ابوبکرؓ وعمرؓ کی اتباع کرو۔ یہ خلافت بلافصل کی دلیل ہے۔

حضرت ابوسعید خدری کی روایت...... لا تبقين فی المسجد خوخة الا خوخة ابی بكر...... یہ ابوبکرؓ کی خلافت بلافصل کی دلیل ہے کہ باقی سب دروازے بند کردو ایک رہنے دو کہ میرے بعد یہ ہے۔

حضرت عائشہ کی روایت...... لا ينبغی لقوم فيهم ابو بكر ان يؤمهم غيره...... ابوبکر کی خلافت بلافصل کی دلیل ہے کہ جس قوم میں ابوبکرؓ ہو دوسرا کوئی امامت نہ کرائے پس یہ تھا ابوبکر خلیفہ اول موجود ہے۔

حضرت عمرؓ کا قول ہے کہ...... ابو بكر سيدنا وخيرنا واحبنا الی رسول الله...... ابوبکر کی خلافت بلافصل کی دلیل ہے کہ ابوبکر سب صحابہ کا سردار ہے سب سے بہتر ہے سب سے زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب ہے۔

حضرت علیؓ کا قول ہے جب آپ کے لڑکے محمد بن حنفیہ نے سوال کیا کہ ابا جان...... ای الناس خير بعد النبی...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں سے کون افضل ہے۔ تو حضرت علیؓ نے کہا ابوبکرؓ جو سب سے افضل ہوگا...... وہ خلیفہ اول ہوگا۔

حضرت جبیر بن مطعم کی روایت ہے کہ ایک عورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مسئلہ پوچھنے آئی۔ آپ نے فرمایا کل آنا کہنے لگی اگر آپ دنیا سے رخصت ہوجائیں تو پھر فرمایا...... فان لم تجدینی فاتی ابابکر...... اگر میں نہ ہوں تو ابوبکرؓ کے پاس آنا۔ یہ ابوبکرؓ کی خلافت بلافصل کی دلیل ہے۔ کیونکہ ابن عباسؓ کی روایت میں ہے کہ وہ میرے بعد خلیفہ ہوگا۔ اس کے

پاس آتا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری کی روایت بخاری ومسلم میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری بیماری کے دنوں میں فرمایا:

مروا ابابکر فلیصل بالناس ...... ابوبکر کو حکم کرو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ حضرت عائشہ نے کہا کہ حضرت وہ دل نرم ہیں۔ مصلیٰ پر آپ کو نہ دیکھیں گے تو نماز نہ پڑھا سکیں گے۔ حضور صلی علیہ وسلم نے دوبارہ فرمایا...... حضرت عائشہ نے پھر یہی کہا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری بار فرمایا اور کہا تم حواجب یوسف کی طرح نہ ہو بس میں نے جو کہا ہے اس پر عمل کرو۔

مروا ابابکر فلیصل بالناس ...... یہ ابوبکر کی خلافت بلافصل کی دلیل ہے۔ دشمن صدیق ناراض ہوتا ہے کہ ابوبکر خلیفہ پہلا نہیں ہے۔ یہ ہم سے تکرار کرتا ہے اس کو کہو اللہ ورسول سے تکرار کرو...... خدا نے حکم مصطفیٰ کو دیا کہ:

وما ینطق عن الهوی ان هو الا وحی یوحی

"محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) اتنے تک بولتا نہیں جب تک خدا نہ کہے"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو صحابہ کرام کو حکم مصطفیٰ نے دیا کہ ابوبکر کو کہو نماز پڑھائے حکم خدا کا مصلیٰ مصطفیٰ کا حوالے ابوبکر کے قیامت تک دشمن صدیق روتا پیٹتا رہے ابوبکر سے کوئی مصلیٰ نہیں لے سکتا۔

حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حجرہ کا پردہ اٹھایا اور صحابہ کرام کو ابوبکر کی اقتداء میں نماز پڑھتے دیکھا تو آپ کا چہرہ چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ہمیں خطرہ ہوا کہ ہم اس خوشی میں نماز بھول جائیں۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ ڈال دیا' اشارہ کیا کہ میں صرف ابوبکر کی خلافت وامامت پر مہر لگانا چاہتا تھا اور تمہارا یہ منظر دیکھنا چاہتا تھا۔ اب میں خوش ہوں۔

یابی الله ورسوله الا ان یکون ابابکر

اللہ اور اس کا رسول ابوبکر کے سوا دوسرے کی خلافت کا انکار کرتا ہے دونوں کی رضا ابوبکر کی خلافت میں ہے۔ اللہ ابوبکر کے خلیفہ اول ہونے پر راضی رسول اللہ راضی' حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی راضی' حضرت علی نے فرمایا کہ جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارا دین میں امام بنا دیا۔ دنیا کے امور میں بھی وہی ہمارا امام ہوگا اور تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بالاتفاق ابوبکر کی خلافت پر بیعت کی۔ ابوبکر کی خلافت بلافصل پر سب راضی۔ ایک صحابہ کرام کا دشمن ناراض ہے۔ اللہ اس کو ہدایت دے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت حفصہ سے کہنا:

ان ابا بکر یلی الخلافة من بعدی ثم بعده ابوک

کہ میرے بعد ابوبکر خلیفہ ہوگا۔ اس کے بعد تیرا باپ عمر خلیفہ ہوگا۔ یہ ابوبکر کی خلافت بلافصل کی دلیل ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ فصل مانا ہے۔

رافضی کی کتاب احتجاج طبرسی میں ہے:

ثم تناول یدابی بکر فبایعه

کہ علی نے ابوبکر کا ہاتھ پکڑا اور بیعت کی

دوسری جگہ احتجاج طبرسی میں ہے:

ثم قام تهیا للصلوة وحضر المسجد وصلیٰ خلف ابی بکر

حضرت علی نے نماز کی تیاری کی۔ مسجد میں آئے پھر ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھی یہ ابوبکر کی خلافت بلافصل کے دلائل ہیں۔

ہم تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مانتے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مانتے ہیں وہ بھی صحابی ہیں یہ بھی صحابی وہ بھی جنتی یہ بھی جنتی مگر فرق مراتب ضرور ہے۔

ہجرت کی رات حضرت علی رضی اللہ عنہ بستر پر سو رہے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نوک دار پتھریلی زمین پر چل کر پاؤں کو زخمی کر کے نبی کو کندھوں پر اٹھا رہے ہیں اگر چہ ایسے مشکل وقت میں کہ جب کافر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اس بستر پر سونا بھی فضیلت سے کم نہیں مگر ابوبکر رضی اللہ عنہ کا رات کی تاریکی میں ایسا سفر کرنا جس میں تمام خطرات تھے یہ زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر چل کر گئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس مخلوق کی امانتیں تھیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس خالق کی امانت حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر بن گئے۔

ابوبکر کی نگاہ غار ثور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر تھی اور مطالعہ قرآن تھا۔ جس کو شاہ ولی اللہ نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ ابوبکر کی گود میں اس طرح چمک رہا تھا جس طرح رحل پر خدا کا قرآن چمک رہا ہوتا ہے۔

بہر حال یہ ماننا پڑے گا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے پریشانی صرف ایک رات کی تھی جو صبح کو ختم ہوگئی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تین رات تک غار ثور میں پھر وہاں سے مدینہ تک پریشانی تھی مگر ان خطرات کے باوجود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ساتھ رہے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر فضیلت ہوگئی۔ ہم علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بی بی بتول کا شوہر جو ہر گوہر بدر بہادری ذی قدر فاتح خیبر امام الائمہ بہادروں کا سردار شیر جرار صاحب ذوالفقار حیدر کرار مانتے ہیں مگر جہاں علی رضی اللہ عنہ حیدر کرار ہے وہاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بھی سردار ہے۔

☆☆☆

﴿اقوال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ﴾

☆...... عبادت ایک پیشہ ہے دکان اس کی خلوت ہے۔ راس المال اس کا تقویٰ ہے اور نفع اس کا جنت ہے۔

☆...... گناہ سے توبہ کرنا واجب ہے مگر گناہ سے بچنا واجب تر ہے۔

☆...... صبر مردوں سے خوب ہے مگر عورتوں سے خوب تر ہے۔

☆...... ہرگز کوئی شخص موت کی تمنا نہیں کرے گا سوائے اس کے جس کو اپنے عمل پر وثوق ہوگا۔

☆...... صبح خیزی میں مرغان سحر کا سبقت لے جانا تیرے لئے باعث ندامت ہے۔

☆...... جو اللہ کے کاموں میں لگ جاتا ہے اللہ اس کے کاموں میں لگ جاتا ہے۔

☆...... مومن کو اتنا علم کافی ہے کہ اللہ عزوجل سے ڈرتا رہے۔

(مراسلہ محمد اقبال:198ر-ب فیصل آباد)

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نظر میں

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں ثانی اثنین کے لفظ سے ذکر فرمایا ہے اور یہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لئے خصوصی فضیلت اور لقب ہے۔

مفسرین حضرات یہاں ثانی کے لفظ سے جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات مراد لیتے ہیں۔ یہ اس کلمہ کا ایک مفہوم ہے لیکن ایک دوسرا مفہوم یہ ہے کہ "ثانی اثنین" میں ثانی کا لفظ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لئے استعمال کیا گیا ہے یعنی دو شخصوں میں سے دوسرے شخص سمیت کافروں نے نکال دیا۔

اس صورت میں ثانی سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مراد لینا درست ہے ذیل میں اس پر قرائن پیش کئے جاتے ہیں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے کلام اور تکلم میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو "ثانی اثنین" کے لقب سے ذکر کرتے تھے۔ اس کی چند ایک مثالیں پیش کرتے ہیں' ان مقامات سے ظاہر ہوگا کہ "ثانی اثنین" کا لقب صحابہ کرام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں صحیح تصور کرتے تھے اور آں موصوف کو اسی صفت کے ساتھ یاد کرتے اور ان کے لئے اس شرف کا اعتراف کرتے اور اس میں ان کی نیابت و خلافت کی طرف اشارہ پاتے تھے۔

حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کا کلام:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیعت کرنے کے موقع پر ایک کلام کیا تھا۔ اس میں آں موصوف کے صفات شمار کئے اور کہا:

یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب اور ہم نشین ہیں اور ثانی اثنین ہیں اور تم مسلمانوں کے معاملات کے متعلق سب سے اولیٰ ہیں۔ پس اٹھو اور ان کے ساتھ بیعت کرو۔ الخ

حضرت ابوعبیدہ (رضی اللہ عنہ) کا قول:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بیعت کے معاملہ میں ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو بیعت خلافت قبول کرنے پر آمادہ کرنا چاہا تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا:

یعنی تم میرے ساتھ بیعت کرنا چاہتے ہو؟ حالانکہ تم میں الصدیق اور "ثانی اثنین" موجود ہیں۔

حضرت عمر اور حضرت ابوعبیدہ (رضی اللہ عنہما) دونوں کا قول:

یعنی جس وقت مہاجرین اور انصار میں خلافت کے معاملہ میں گفتگو ہوئی تھی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ میں اپنی معذرت کرنا چاہی تو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ دونوں نے فرمایا اللہ کی قسم! اس معاملے کا آپ کو چھوڑ کر ہم (کسی دوسرے کو) والی نہیں بنانا چاہتے کیونکہ آپ افضل المہاجرین ہیں اور ثانی اثنین ہیں جبکہ دونوں حضرات غار میں تھے اور نماز پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اور قائم مقام ہیں حالانکہ نماز مسلمانوں کے دین کی افضل چیز ہے۔ پس کس کے لئے مناسب ہے جو آپ سے مقدم ہو سکے؟ یعنی آپ سے مقدم ہونا کسی کے لئے لائق نہیں۔

حضرت عثمان غنی (رضی اللہ عنہ) کا قول:

"کنز العمال" میں بحوالہ خیثمہ بن سلیمان روایت ہے کہ:

یعنی حضرت عثمان غنی فرماتے ہیں کہ تحقیق ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلافت کے معاملہ میں زیادہ حقدار ہیں۔ وہ صدیق ہیں' ثانی اثنین ہیں اور صاحب رسول (ہم نشین) ہیں۔

حضرت علی اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہما کا قول:

جب خلافت و نیابت کے معاملے میں گفتگو ہوئی تو ان دونوں حضرات نے فرمایا:

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ مسئلہ خلافت کی بحث میں فرماتے ہیں کہ ہم تمام لوگوں میں سے خلافت کا زیادہ حقدار ابوبکر صدیق کو جانتے ہیں کیونکہ وہ صاحب غار اور ثانی اثنین ہیں۔

حضرت ربیعہ (رضی اللہ عنہ) بن کعب کا قول:

مسند امام احمد رحمۃ اللہ علیہ میں یہ واقعہ درج ہے کہ ایک بار ربیعہ بن کعب الاسلمی رضی اللہ عنہ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایک نخلہ (کھجور) کے متعلق وقتی طور پر تنازع پیش آیا تھا۔ ربیعہ کے قبیلے کے لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق کچھ شکوہ شکایت کرنے لگے تو ربیعہ نے ان کی فہمائش کرتے ہوئے کہا کہ

کیا تم جانتے ہو کہ ان کا کیا مقام ہے؟ یہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں' ثانی اثنین (ثانی دو میں) ہیں اور یہ مسلمانوں کے شیخ اور بزرگ ہیں۔ الخ

حضرت ربیعہ کا مطلب یہ تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک اعلیٰ و ارفع مقام و مرتبہ پر فائز ہیں ان کی شکایت کرنا درست نہیں۔

حضرت حسان بن ثابت (رضی اللہ عنہ) کا قول:

روایات کی کتابوں میں مذکور ہے کہ ایک دفعہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ تو نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی کچھ اشعار کہے ہیں تو کہو کہ ہم بھی سن لیں تو حسان رضی اللہ عنہ کہنے لگے

وثانی اثنین فی الغار المنیف
وقد طاف العدو به اذ صعد الجبلا
وکان حب رسول اللہ قد علموا
من البریۃ لم یعدل بہ رجلا

(دیوان حسان ص 240 طبع مصر)

ان اشعار کا مفہوم یہ ہے کہ بلند غار میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دو شخصیتوں میں سے دوسرے شخص تھے اور جب یہ پہاڑ پر چڑھے تو دشمن نے اس غار کا چکر لگایا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کے محبوب ہیں اور لوگوں نے یقین کر لیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو ان کے برابر نہیں قرار دیا۔

مختصر یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنی گفتگو اور کلام میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو "ثانی اثنین" کے لقب سے ذکر کرتے ہیں۔ یعنی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ثانی درجہ میں ہیں اور کلمہ ثانی اثنین میں "ثانی" حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی مراد ہیں۔

قاعدہ یہ ہے کہ باب تفسیر میں اقوال صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حجت شرعی قرار دیئے جاتے ہیں۔ لہٰذا "ثانی اثنین" کے مفہوم کی وضاحت میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مندرجہ بالا اقوال حجت شرعی کے درجہ میں ہیں۔

اس لئے یہ بات بالکل درست ہے کہ اس مقام میں "ثانی" سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ ان کا لقب درست ہے اور یہ ان کی صفت صحیح ہے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس چیز کا اعتراف کرتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو "ثانی اثنین" کے لقب سے پکارتے تھے اور اس میں صدیقی خلافت کی طرف اشارہ پاتے تھے۔

لفظ "ثانی" اور حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ):

گزشتہ سطور میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے ثانی فی الغار کا مسئلہ ذکر کیا گیا ہے۔ اب ہم اس چیز کی مزید وضاحت پیش کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ثانویت (ثانی ہونے کی) خصوصیت قدرت کاملہ کی طرف سے بہت سے دیگر مقامات میں بھی حاصل ہوئی۔ مثلاً

(1)...... ثانی فی الاسلام...... قبول اسلام میں آں موصوف حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد دوسرے شخص ہیں۔

(2)...... ثانی فی الھجرۃ...... جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ہجرت کرنے میں آپ رضی اللہ عنہ دوسرے درجہ میں ہیں۔

(3)...... ثانی فی عریش بدر...... مقام بدر میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تیار کئے جانے والے عریش میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں بیٹھنے والے دوسرے شخص ہیں اور عریش چھاؤ کو کہتے ہیں۔

(4)...... ثانی فی الامامۃ بالصلوٰۃ...... جناب نبی کریم اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں نماز کی امامت کرنے والے آں موصوف رضی اللہ عنہ دوسرے درجہ میں ہیں۔

(5)...... ثانی فی مقبرہ النبی...... جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر میں دفن ہونے میں آں موصوف کا دوسرا درجہ ہے۔

(6)...... ثانی فی دخول الجنۃ...... جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کے مطابق جنت میں داخل ہونے والے آپ رضی اللہ عنہ دوسرے شخص ہوں گے۔

آخر کلام:

مذکورہ آیت غار میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کمال فضیلت پائی جاتی ہے اور ان کی دینی عظمت کا عمدہ ثبوت ہے اور ان کی حقانیت خلافت کی طرف نشاندہی ہوتی ہے۔

جناب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سفر ہجرت کی تمام خدمات اخلاص کے ساتھ سرانجام دیں اور حق رفاقت بطریق احسن ادا کیا۔

اس سے بڑی فضیلت اور کیا ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر خیر اپنے کلام مجید میں نازل فرمایا اور ہمیشہ ہمیشہ سے تلاوت کیا جاتا ہے اور تلاوت کیا جاتا رہے گا۔

☆☆☆

(بقیہ: صحابہ کرام اور ان کا مقام)

امت رسول مقبول کا جواب:

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت گواہی دے گی کہ پیغمبر اپنے دعویٰ میں سچے ہیں واقعی اپنے زمانہ میں وہ تشریف لائے اور ہزاروں تکلیفیں سہنے کے باوجود انہوں نے کلمہ حق ان کے کانوں تک پہنچایا۔

فائدہ:

ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی انبیاء علیہم السلام کے زمانے میں موجود نہیں تھے البتہ ان کے پاس اللہ کی ایک کتاب آئی اور اس میں انہوں نے پڑھ کر گواہی دے دی۔ معلوم ہوا کہ شاہد کے لئے موقع پر حاضر ہونا ضروری نہیں ہے ورنہ نہ تو اسے شہادت کہا جائے اور نہ اسے شاہد۔

ارحم الراحمین کا امت خاتم النبیین سے خطاب:

کیا تمہاری توثیق و تصدیق کے لئے تمہارے پاس کوئی گواہ ہے۔

جواب: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی امت جواب دے گی ہاں ایک حضرت کی ذات گرامی ہے تو اس پروردگار عالم حبیب کبریا احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو بلائیں گے۔ چنانچہ جب حضرت تشریف فرما ہوں گے تو رب العالمین ان سے دریافت فرمائیں گے کہ کیا آپ اس شہادت میں اپنی امت کی تصدیق فرماتے ہیں حضرت جواب میں فرمائیں گے واقعی میری امت اس بیان میں سچی ہے۔

اس سارے واقعہ سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن مرتبہ شہادت اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیب ہوگا تو صحابہ کرام بھی اس رتبے سے محروم نہ ہوں گے اور ظاہر ہے کہ انہی شہادتوں پر ہی پروردگار عالم کے فیصلے کا مدار ہوگا۔

ظاہر ہے کہ جس قدر اتصال خدا تعالیٰ کے ساتھ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اتنا قدر کسی پیغمبر کو حاصل نہیں اور اسی طرح جو اتصال امت میں صحابہ کرام کو حاصل ہے وہ ساری امت میں کسی کو نہیں۔

☆☆☆

﴿سوچنے کی باتیں﴾

☆...... جس گناہ سے عمر کم ہوتی ہے وہ رشتہ داروں سے بدسلوکی ہے۔

☆...... جس گناہ سے انسان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوتی ہے وہ جھوٹ ہے۔

☆...... جس گناہ سے عمل ضائع ہو جاتے ہیں وہ ریاکاری ہے۔

☆...... جس گناہ سے رزق بند ہو جاتا ہے وہ زنا ہے۔

☆...... جس گناہ سے پچھتانا پڑتا ہے وہ قتل ہے۔

(مراسلہ: محمد ابو طلحہ، پھولنگر)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حضور ﷺ کے ساتھ رشتہ داری

مولانا عبدالرحمٰن راشدؔ میر پور خاص سندھ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مردوں میں سے سب سے پہلے اسلام کو قبول کرنے والے ہیں۔ اعلان نبوت کے دن ہی سے نبی سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں سے ہو گئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو یار غار کا منصب بھی نصیب ہوا۔ آپ نے ہر مشکل وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا۔ چنانچہ جس وقت حضرت سیدہ خدیجہ الکبریٰ کا انتقال ہوا تو ان کے انتقال کی خبر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت صدمہ اور غم پہنچا۔ اس صدمے کو کم کرنے کے لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں دیا۔

تاریخ ائمہ میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں سن 10 بعثت میں جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا انتقال کر گئیں تو ان کی جدائی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا صدمہ اور غم ہوا۔ یہ دیکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری بیٹی عائشہ سے نکاح فرما لیں اس سے آپ کا صدمہ کم ہو جائے گا۔

الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ آئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ تھے تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اپنی بیوی کو اپنے گھر کیوں نہیں لے جاتے؟ فرمایا ابھی مہر کا روپیہ نہیں ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ابا جان نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بارہ اوقیہ (مہر کے لئے) دیا تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مہر کو ہمارے پاس بھیجا۔

(تاریخ الرسل 147)

اندازہ فرمائیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کس قدر خیال رکھا کرتے تھے۔ جب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غم زدہ دیکھا تو فوراً مدد کرنے کی کوشش کی۔ یہاں تک کہ اپنا گھر بار یعنی گھر میں جتنا سامان تھا سب کا سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر کے عشق رسول کا ثبوت دیا۔

اب ہم یہاں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نمبر وار رشتہ داریوں کا تذکرہ کرتے ہوئے چلتے ہیں جس سے انشاء اللہ مسلمانوں کی معلومات میں اضافہ ہوگا۔

حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کی حضور ﷺ کے ساتھ پہلی رشتہ داری:

حدیث شریف کی بڑی بڑی کتب میں موجود ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پیاری و محبوب لخت جگر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نکاح نبی آخر الزماں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نبوت کے دسویں سال میں منعقد ہوا۔ یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بیٹی و پیغمبر کے نکاح میں دیکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا داماد بنایا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا زوجیت میں آ گئیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سسر (سسر باپ کے درجے کے برابر ہوتا ہے) کہلائے یہ رشتہ داری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ داماد اور سسر کی باپ اور بیٹے کا درجہ رکھتی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بہت محبت کرتے تھے اور حضرت عائشہ صدیقہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت محبت رکھتی تھیں۔ یہاں تک کہ خدا تعالیٰ بھی زوجین سے محبت رکھتے تھے۔ حضرت جبرائیل بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر سلام ادا کرتے تھے۔

چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں حدیث موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

يا عائشه هذا جبرائيل يقرئك السلام قالت وعليه والسلام ورحمة الله

ترجمہ:..... یہ جبرائیل علیہ السلام ہیں تمہیں سلام کہہ رہے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ان پر بھی سلام اور اللہ کی رحمت ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری ایام تمام ازواج مطہرات سے اجازت لے کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارکہ میں گزارے اور وصال کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ سہارا لگائے ہوئے تھے اور قیامت تک کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارک کو اپنی آرام گاہ بنا کر اپنی محبت کا ثبوت دیا۔ جس حجرہ کو مسلمان عالم جنت کا ٹکڑا کہتے ہیں یہی جنت کا ٹکڑا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ مبارک ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نقشہ سلسلہ نسب مندرجہ ذیل ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دونوں ایک ہی خاندان سے تھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تعلق قبیلہ بنو تیم سے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق بنو ہاشم سے تھا لیکن دونوں کا نسبی خاندانی تعلق ایک ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نسبی تعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے چھٹی پشت میں مرہ بن کعب [illegible] سے جو ملتا ہے۔ نقشہ سلسلہ نسب ملاحظہ فرمائیں۔

مرہ بن کعب

کلاب	تیم
قصی	سعد
عبد مناف	کعب
ہاشم	عمرو
عبدالمطلب	عامر
عبداللہ	(ابوقحافہ) عثمان
محمد رسول اللہ	ابوبکر (عبداللہ)

حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کی دوسری رشتہ داری:

اس رشتہ کو شروع کرنے سے پہلے آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گیارہ ازواج مطہرات کے نام ملاحظہ فرمائیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کی تعداد گیارہ ہے۔

(1)...... حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا۔
(2)...... حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا۔
(3)...... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔
(4)...... حضرت حفصہ بنت عمر خطاب رضی اللہ عنہا۔
(5)...... حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا۔
(6)...... حضرت ام سلمہ بنت ابی امیہ رضی اللہ عنہا۔
(7)...... حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا۔
(8)...... حضرت جویریہ بنت حارث بن ضرار رضی اللہ عنہا۔
(9)...... حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا۔
(10)...... حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا۔
(11)...... حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا۔

(رہبر و رہنما: علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے ایک بیوی کا نام حضرت میمونہ بنت حارث ہے۔ اس میمونہ بنت حارث کی آٹھ علاتی بہنیں تھیں (علاتی بہن اس کو کہتے ہیں جن کی ماں ایک ہو اور باپ الگ الگ ہوں) اور اخیافی بہنیں اس کو کہتے ہیں جس کا باپ ایک ہو لیکن مائیں الگ الگ ہوں یعنی ماں کی طرف سے سوتیلی بہنیں) ان سب کی ماں ایک تھی۔ ان کی آٹھ بہنوں میں سے پانچ بہنوں کا نکاح بڑے بڑے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ ہوا۔ ان کی بہنوں میں سے ایک بہن تھی جس کا نام اسماء بنت عمیس تھا۔ یہ اسماء بنت عمیس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیوی تھی اور حضرت میمونہ بنت حارث خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہے جبکہ یہ دونوں بہنیں ہیں۔ اب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم دونوں بہنوں یعنی میمونہ بنت حارث اور حضرت اسماء بنت عمیس کی وجہ سے ایک دوسرے کے ہم زلف تھے۔

سیدہ اسماء بنت عمیس یہ ماں جائی بہنیں تھیں اور ان کا تعلق قبیلہ خثعم سے تھا۔ ان کی ماں کا نام ہند بنت عوف تھا۔ ایک بہن ام الفضل لبابہ بنت حارث سیدنا عباس بن عبدالمطلب کے نکاح میں تھی۔ تیسری بہن سلمیٰ بنت عمیس سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھی۔ جس سے ایک لڑکی امامہ پیدا ہوئی اور خود اسماء بنت عمیس پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی حضرت جعفر طیار کی زوجہ تھی جب حضرت جعفر طیار نے حبشہ اور مدینہ کی طرف ہجرت کی تو یہ اسماء حضرت جعفر طیار کے ساتھ دونوں وقتوں میں ساتھ تھیں یعنی دونوں میاں بیوی کو ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ کی سعادت نصیب ہوئی جو کہ اسلام میں ایک بہت بڑا مقام ہے۔

حضرت جعفر طیار کے بطن سے دو صاحبزادے پیدا ہوئے ایک کا نام عبداللہ اور دوسرے کا نام محمد تھا۔ ایک لڑکا اور پیدا ہوا جس کا نام عون تھا۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آ گئیں۔

(طبقات ابن سعد ج: 1 ص: 281 کتاب اکرم ص: 107)

8ھ میں حضرت سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ غزوہ موتہ میں شہید ہوئے تو چند دنوں کے بعد سیدہ اسماء کا نکاح سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ یہ رشتہ آل ابی طالب اور آل ابی قحافہ کے مابین محبت، پیار و دوستی کی علامت ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے بطن سے اولاد بھی ہوئی تھی۔ ان کے بطن سے جو لڑکا پیدا ہوا تھا اس کا نام محمد بن ابوبکر تھا۔ اس رشتہ داری کی وجہ سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا عباس رضی اللہ عنہ اور سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہم زلف ٹھہرے۔

(تفصیل کے لئے اسد الغابہ ج 5 ص: 395 تذکرہ اسماء بنت عمیس الاستیعاب ص: 231 ج 4 کتاب اکرم ص 442)

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد سیدہ اسماء بنت عمیس حضرت علی کے عقد میں آ گئیں سیدنا علی کے سیدہ اسماء کے بطن سے دو لڑکے عون بن علی اور یحییٰ بن علی پیدا ہوئے۔ اس طرح اگر دیکھا جائے کہ حضرت اسماء بنت عمیس کے تمام بچے چاہے وہ حضرت ابوبکر صدیق سے ہوں چاہے وہ جعفر طیار سے یا چاہے حضرت علی سے ہوں یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر طیار، حضرت علی المرتضیٰ کی اولاد جو حضرت اسماء بنت عمیس کے بطن سے پیدا ہوئیں وہ سب کی سب آپس میں مادرزاد بھائی ہوئے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو اس کے بعد محمد بن ابوبکر ابھی چھوٹے تھے کہ ان کی والدہ اسماء بنت عمیس سے حضرت علی نے نکاح کر لیا اور محمد بن ابی بکر کی پرورش اور تربیت سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہی نے کی۔ گویا محمد بن ابی بکر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ربیب تھے۔

چنانچہ روافض نے خود اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ:
وکان محمد ربیبه ــــ وکان علیه السلام
یقول محمد ابنی من ظهر ابی بکر (رجال کشی ص 113)

محمد بن ابوبکر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ربیب تھے اور سیدنا علی فرمایا کرتے تھے کہ محمد بن ابی بکر کی پشت سے میرا بیٹا ہے۔

یہ تھی حضرت ابوبکر کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوسری رشتہ داری جس میں دونوں بزرگ ہستیاں ایک دوسرے کے ساڑھو یعنی ہم زلف بنے۔

حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کی تیسری رشتہ داری:

خاندان نبوت کے ساتھ خاندان صدیقی کا تیسرا رشتہ یہ ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے سیدنا عبدالرحمٰن بن ابی بکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم زلف تھے۔

ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ کی ایک ماں جائی بہن تھی جس کا نام قریبہ الصغریٰ بنت ابی امیہ تھا۔ یہ قریبہ الصغریٰ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی بیوی تھی۔ اس لحاظ سے ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ بنت ابی امیہ سے حضور اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر دونوں آپس میں ہم زلف ہوئے۔ ایک طرف

حضرت ابوبکر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم دونوں حضرت اسماء بنت عمیس اور میمونہ بنت حارث کی وجہ سے ہم زلف بنے اور دوسری طرف حضرت ابوبکر کے بیٹے عبدالرحمن بن ابی بکر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ام سلمہ بنت ابی امیہ اور قریبہ الصغریٰ کی وجہ سے ہم زلف بنے ہوئے۔

حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی حضرت جعفر صادق کے ساتھ پہلی رشتہ داری:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں حضرت جعفر صادق حضرت ابوبکر کے پرنواسوں میں سے ہیں۔ اس لئے سب سے پہلے آپ ابوبکر کی اولاد کو اچھی طرح سمجھیں اور یاد رکھیں حضرت ابوبکر کی چار بیویاں ہیں:

(1)..... قتیلہ بنت عبدالعزیٰ سے اولاد عبداللہ اور اسماء

(2)..... ام رومان سے اولاد عبدالرحمن اور حضرت عائشہؓ

(3)..... اسماء بنت عمیس (بیوی جعفر طیار) سے اولاد صرف محمد۔

(4)..... حبیبہ بنت خارجہ انصاریہ سے ام کلثوم

(خلفائے راشدین مرتب علامہ خالد محمود ص: 684)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی چار ازواج میں سے چھ اولادیں ہیں جس میں تین لڑکے (عبدالرحمن، عبداللہ، محمد) اور تین لڑکیاں (اسماء حضرت عائشہؓ و ام کلثوم ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بڑے لڑکے عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک لڑکی اسماء بنت عبدالرحمن تھی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دوسرے لڑکے حضرت محمد بن ابوبکر تھے۔ ان کا ایک لڑکا تھا۔ اس کا نام قاسم بن محمد بن ابوبکر تھا۔ یہ دونوں بچے (اسماء بنت عبدالرحمن، قاسم بن محمد) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پوتے اور پوتی کہلائی۔ اور پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ان دونوں بچوں یعنی پوتی اسماء بنت عبدالرحمن اور پوتا قاسم بن محمد کا آپس میں نکاح ہوا۔ اور پھر اس اسماء بنت عبدالرحمن بن ابوبکر کے بطن سے قاسم بن محمد بن ابوبکر کی ایک لڑکی ام فروہ پیدا ہوئی۔ اس ام فروہ کا نکاح حضرت حسین کے پوتے محمد باقر بن زین العابدین سے ہوا۔ اور پھر اس ام فروہ کے بطن سے امام محمد باقر کا ایک لڑکا امام جعفر صادق پیدا ہوئے۔

یعنی امام جعفر صادق کے نانا (قاسم بن محمد بن ابوبکر) اور نانی (اسماء بنت عبدالرحمن) دونوں حضرت ابوبکر کی پوتی اور پوتے ہیں۔ امام صاحب حضرت ابوبکر کے اسماء بنت عبدالرحمن کی طرف سے پڑنواسے اور قاسم بن محمد ابوبکر کی طرف سے پڑپوتے کہلوائے۔ امام جعفر صادق کا سلسلہ نسب ماں باپ دونوں کی طرف سے حضرت ابوبکر کے ساتھ جاملتا ہے۔

حضرت جعفر صادق کی جو اولاد ہے وہ امام جعفر صادق کی اولاد در اولاد چلی آئی ہے اور امام جعفر صادق سے گیارہویں امام حسن عسکری تک تمام امام ابوبکر کی اولاد ہیں۔ امام جعفر صادق کی اولاد کے نام ملاحظہ فرمائیں۔

امام جعفر صادق کے بیٹے ہیں موسیٰ کاظم ان کے بیٹے ہیں امام علی رضا ان کے بیٹے ہیں امام محمد تقی علی ان کے بیٹے ہیں امام نقی علی ان کے بیٹے ہیں امام حسن عسکری اور ان کے بیٹے ہیں امام محمد مہدی (شیعہ کی دینیات کی دوسری کتاب صفحہ نمبر 4) جناب حکیم محمود احمد ظفر صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ سیدنا زین العابدین کے خالہ زاد بھائی قاسم بن محمد بن ابی بکر کی ایک صاحبزادی جو ام فروہ کی کنیت کے نام سے مشہور تھی بعض علماء انساب نے اس کا نام فاطمہ اور بعض نے قریبہ لکھا ہے یہ صاحبزادی بانی فقہ جعفریہ حضرت جعفر صادق کی والدہ ماجدہ اور محمد بن باقر کی زوجہ محترمہ تھی۔ سیدنا امام جعفر صادق انہی سے پیدا ہوئے اور انہی کی گود میں پرورش پائی۔ یہ ام فروہ کون تھی؟ یہ سوال بھی عجیب ہے مگر رشتہ دلچسپ ہے کہ امام جعفر صادق ماں اور باپ دونوں کی طرف سے صدیقی تھے۔ ان (ام فروہ) کی والدہ کا نام اسماء بنت عبدالرحمن بن ابی بکر تھا اور باپ زین العابدین کے خالہ زاد بھائی قاسم بن محمد بن ابوبکر تھے۔ گویا ان کی ماں صدیق اکبر کی پوتی اور باپ صدیق اکبر کا پوتا تھا۔ دوسرے لفظوں میں فقہ جعفریہ کے بانی وجود صدیقی اور علوی خاندان کے ملاپ کا نتیجہ تھا۔

آپ نے دیکھا کہ رافض کی کتابوں سے یہ بات ثابت ہے کہ ان کے تمام اماموں کا نسبی تعلق حضرت ابوبکر سے ہے اور علماء اہلسنت کا یہ عقیدہ اور چیلنج ہے کہ یہ حضرت ابوبکر صدیق کو بیچ سے نکال دیں اور اپنے اماموں کو ثابت کریں ناممکن ہے کیونکہ ان کے تقریباً سات امام جعفر صادق سے امام مہدی تک کا ماں کی طرف سے نسبی تعلق حضرت ابوبکر صدیق کے ساتھ جاملتا ہے۔

حضرت جعفر صادق کا نقشہ سلسلہ نسب:

ابوبکر صدیق	علی المرتضیٰ	ابوبکر صدیق
عبدالرحمن بن ابوبکر	حضرت حسینؓ	محمد بن ابوبکر
اسماء بنت عبدالرحمن	زین العابدین	قاسم بن محمد
ام فروہ	امام محمد باقر	ام فروہ

حضرت امام جعفر صادق

امام جعفر صادق کا سلسلہ نسب ماں کی طرف سے حضرت ابوبکر تک کیسے جاملتا ہے اس کا نقشہ سلسلہ نسب ملاحظہ فرمائیں۔

مندرجہ بالا نقشہ آپ کو اچھی طرح معلوم ہو گیا ہو گا کہ حضرت امام جعفر صادق کے نانا حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر اور نانی حضرت اسماء بنت عبدالرحمن بن ابی بکر دونوں حضرت ابوبکرؓ کے پوتے اور پوتی ہیں۔ یعنی حضرت امام جعفر صادق کا سلسلہ نسب نانا اور نانی دونوں کی طرف سے حضرت ابوبکر صدیق سے جاملتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب کسی شخص نے سیدنا حضرت جعفر صادق سے پوچھا کہ سنا ہے کہ آپ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتے ہیں۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا.....

ابوبکر الصدیق جدی هل یسب احد اباءه لا قدمنی الله ان لا اقدمه انتهی

(احقاق الحق جلد نمبر ا صفحہ نمبر 3)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے نانا ہیں کیا کوئی اپنے آباؤ اجداد کو گالی دینا پسند کرے گا۔ اللہ تعالیٰ مجھے کوئی مرتبہ و عزت نہ بخشے اگر میں صدیق کو (عزت و عظمت میں سب سے) مقدم نہ سمجھوں۔

ویسے تو علماء انساب میں سے تقریباً ہر ایک نے یہ لکھا ہے کہ سیدہ ام فروہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پوتے اور پوتی کی بیٹی ہے۔ قارئین کی معلومات کے

لئے روافض کی چند ایک معتبر کتابوں سے حوالہ جات نقل کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

روافض کی کتاب انوار نعمانیہ کی پہلی جلد میں لکھا ہے:

ان الائمہ علیہم السلام من نسلہ و ذالک لان ام فروہ ھی ام الصادق علیہ السلام بنت القاسم بن محمد بن ابی بکر

(انوار نعمانیہ ج:1 ص:60)

ترجمہ:...... بے شک ائمہ کرام علیہ السلام حضرت ابوبکر کی نسل سے ہیں کیوں کہ حضرت جعفر صادق کی والدہ حضرت ام فروہ قاسم بن محمد بن ابوبکر کی دختر ہیں۔

ان کی ایک اور معتبر کتاب اصول کافی میں "محمد بن یعقوب کلینی لکھتا ہے کہ:

وامہ ام فروہ بنت القاسم بن محمد بن ابی بکر وامہا اسماء بنت عبدالرحمن بن ابی بکر

(اصول کافی شرح الصافی ص:214 کتاب الحجۃ)

ترجمہ:...... حضرت جعفر صادق کی والدہ ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابوبکر ہیں اور ام فروہ کی والدہ اسماء بنت عبدالرحمن بن ابوبکر ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت جعفر صادق اکثر یہ جملہ فرمایا کرتے تھے ولدنی ابوبکر الصدیق مرتین (مجھے ابوبکر نے دو طرف کی ماں کی باپ طرف سے) جنا۔ یعنی میں ان کے پوتی پوتے کی اولاد ہوں)

حضرت جعفر صادق کے نسب کے متعلق روافض کی ایک اور معتبر کتاب عمدۃ الطالب میں لکھا ہے:

امہ ام فروۃ بنت القاسم بن محمد بن ابی بکر وامہا اسماء بنت عبدالرحمن بن ابی بکر ولہذا کان الصادق علیہ السلام یقول ولدنی ابوبکر مرتین

ترجمہ:...... سیدنا جعفر صادق کی والدہ قاسم بن محمد بن ابی بکر کی بیٹی تھیں اور ام فروہ ان کی والدہ اسماء بنت عبدالرحمن بن ابی بکر تھیں اور جعفر صادق کہا کرتے تھے مجھے ابوبکر نے دو دفعہ جنا ہے۔

(عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب ص:195 کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ ج:2 ص:373)

علامہ عباس قمی سیدہ ام فروہ کے بارے میں لکھتے ہیں: والدہ ماجدہ آنحضرت نجیبہ جلیلہ مکرمہ علیا جناب فاطمہ مسماۃ بام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر است کہ حضرت جعفر صادق علیہ السلام در حق او فرمود

کانتا امنی ممن امنت واتقت واحسنت واللہ یحب المحسنین

(ان جعفر صادق) کی والدہ ماجدہ جو کہ شرافت کے پہاڑ، قدر و منزلت میں عالی، عزت و تکریم میں بے مثال اور عالی مرتبت جناب فاطمہ مسماۃ بام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابوبکر تھیں۔ سیدنا صادق نے ان کے بارے میں فرمایا تھا کہ میری ماں ایمان لانے والی، تقویٰ اور نیکی اختیار کرنے والی عورتوں میں تھیں اور اللہ تعالیٰ نیکوکار لوگوں کو پسند کرتا ہے۔

یہ رشتہ داری خاندان بنو ہاشم اور بنو امیہ میں بہت بڑی اہمیت کی حامل ہے اور اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں خاندانوں میں کوئی پرخاش، کدورت، رنجش اور عداوت نہ تھی بلکہ وہ سگے بھائیوں کی طرح زندگی بسر کرتے تھے۔ آپس میں رشتہ داریاں بھی ہوتی تھیں، محبت اور عقیدت کے مظاہرے بھی ہوتے تھے اور یہ رنجش اور عداوت بعد کی بنائی ہوئی ہیں تا کہ اپنی فرقہ پرستیوں کے بت کو قائم رکھا جاسکے۔

☆☆☆

(بقیہ: صدیق اکبر اور قرآن)

"بلی واللہ انی الاحب ان یغفر اللہ لی"

کیوں نہیں اللہ کی قسم میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ میری مغفرت فرمادے، حضرت ابوبکر صدیق نے قسم کا کفارہ دیا۔ اور حضرت مسطح کی امداد بھی دگنی کردی۔

اور علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

وصح ان ابابکر لما سمع الایۃ قال بلی واللہ یا ربنا انا لنحب ان تغفرلنا واعادلہ نفقتہ وفی روایۃ انہ صار یعطیہ ضعفی ما کان یعطیہ اولاً

(روح المعانی ج۱۸ ص۱۲۵)

"یہ بات صحیح طور ثابت ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ آیت سنی تو کہا کہ اللہ کی قسم! اے ہمارے پروردگار ہم تو چاہتے ہیں کہ تو ہماری بخشش کردے۔ پھر یہ خرچ دوبارہ دینا شروع کردیا" اور ایک روایت میں ہے کہ اس خرچ کو دوگنا کردیا۔

یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صریح فضیلت کی دلیل ہے اور اس سے بڑھ کر اور کیا عظمت ہوگی کہ خلاق عالم ان کو اولوالفضل فرمائے۔

7۔ ھوالذی یصلی علیکم و ملائکتہ لیخرجکم من الظلمت الی النور و کان بالمومنین رحیما (پ۲۲، آیت۴۳ سورۃ الاحزاب)

"وہی ہے جو رحمت بھیجتا ہے تم پر اور اس کے فرشتے، تاکہ تم کو تاریکیوں سے نکالے روشنی کی طرف، اور اللہ ایمان والوں پر رحم فرمانے والا ہے۔"

شان نزول:

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت مبارکہ ...... ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی النبی ...... نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیق نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ، خلاق عالم جو فضل وکرم آپ پر فرماتا ہے اس میں ہم نیاز مندوں کو بھی شریک فرماتا ہے ......؟ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق کے سوال پر مذکورہ بالا آیت کریمہ نازل فرمائی جس میں حضرت ابوبکر صدیق اور تمام صحابہ کرام پر نزول رحمت کی خوشخبری سنائی۔

(سیرت صدیق ص۱۴۳)

اس آیت کریمہ کے بارہ میں علامہ سیوطی نے خلفاء راشدین میں لکھا ہے کہ جب آیت ...... ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی ...... کا نزول ہوا تو حضرت ابوبکر صدیق نے عرض کیا کہ ایسی کوئی نیک بات آپ کیلئے نازل نہیں ہوئی تھی کہ جس میں خداوند قدوس نے ہمیں شامل نہ کیا ہو لیکن اس آیت میں ہمیں تو شامل نہیں کیا گیا۔ خالق عالم نے خواہش صدیق پر پوری امت پر رحمتوں کی بارش برسانا شروع کردی۔

﴿دشمن کی خبر نہیں﴾

حضرت رابعہ بصری سے کسی نے پوچھا کہ کیا آپ ابلیس کو اپنا دشمن سمجھتی ہیں۔ فرمایا نہیں! لوگوں نے پوچھا کیوں؟ فرمایا میں دوست کے خیال میں اتنی مشغول ہوں کہ مجھے دشمن کی خبر نہیں ہے۔

(مراسلہ: محمد طیب، ژوب تکانہ)

صحابہ رضی اللہ عنہم اور قرآن مجید

مولانا عبداللطیف مسعود
(ڈسکہ)

خداوند قدوس نے انسانوں کی راہنمائی کے لئے رسولوں اور کتب وصحائف کا سلسلہ جاری فرمایا۔ ہر رسول اور پیغمبر اپنی مدت حیات اپنی اپنی امت کو احکام خداوندی کی تبلیغ میں صرف کرتا رہا۔ ان کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد ان کی تعلیم اور مشن صرف دو صورتوں میں باقی رہا۔ ایک اس کی تعلیمات کے ذریعے دوسرے اس کی تربیت کردہ افراد کے ذریعے۔ اس کے علاوہ تیسری صورت نہیں۔ پھر اس کی تعلیمات کی بقا ان افراد پر منحصر ہوتی ہے جنہوں نے اس کی تعلیمات کو اپنا کر اس دعوت کو مزید دوسروں تک پہنچایا مگر آہستہ آہستہ یہ تعلیمات بوجہ عدم وعدہ حفاظت کے دنیا سے مفقود ہو جاتیں تو اللہ تعالیٰ ایک اور رسول بھیجتا جو پھر نئے سرے سے خدائی احکام خلق تک پہنچانے کے منصب پر فائز ہو جاتا۔ اسی طرح یہ سلسلہ رشد وہدایت بذریعہ انبیاء کرام اور کتب وصحائف ہزاروں سال چلتا رہا۔

آخر ہر چیز کی ایک انتہا ہوتی ہے۔ (لا انتہا تو صرف ایک ذات خداوندی ہی ہے) تو اللہ تعالیٰ نے سب سے آخر میں ایک ایسا سلسلہ رشد وہدایت قائم فرمایا جس کے دوام اور بقا کا وعدہ بھی فرمایا کہ رب کا یہ سلسلہ حسب سابق غیر محفوظ نہیں ہوگا کہ کچھ مدت کے بعد دنیا سے روپوش ہو جائے بلکہ اس کی ایسی وسعت، جامعیت اور دوام عطا فرمایا گیا ہے کہ یہ قیامت تک تمام انسانیت کی مکمل راہنمائی کرتا رہے گا۔ اس میں کسی قسم کا کوئی نقص، عیب اور رد وبدل نہ ہو سکے گا۔

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون

پھر یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ اس سلسلے کے ظہور کی اطلاع بذریعہ انبیاء سابقین ابتداء ہی سے دی جا رہی تھی جس کی تفصیلات سے بائبل (توراۃ وانجیل) بھری پڑی ہے۔ ظاہر ہے کہ حسب سطور بالا جیسے یہ سلسلہ رشد وہدایت جامعیت اور وسعت سے مزین ہے اسی طرح اس کے پیش کرنے والے کا مقام اور شان بھی سب سے فائق اور نرالی ہونی چاہیے۔ نیز اس کی تعلیمات اور مشن کے زیر اثر تربیت پانے والے افراد بھی نہایت اونچی استعداد کے مالک اور بکثرت ہونے چاہئیں ورنہ یہ دعوت اور تبلیغ وتعلیم زیادہ دیر باقی نہیں رہ سکتی۔ لہٰذا مالک الملک نے انہی وجوہ کی بناء پر جہاں اس عظیم الشان رسول کا تذکرہ مع اس کے مشن کے ہر نبی کے ذریعہ ہر صحیفہ اور کتاب میں فرمایا وہاں اس کے تربیت کردہ باکمال اور مقدس افراد کا ذکر بھی نہایت اہتمام سے فرمایا۔ ان کے کمال ایمان واخلاص بے پناہ تقویٰ وطہارت، بے مثال عزم واستقلال اپنے آقا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ بے پناہ عقیدت ووابستگی فقید المثال تعلق اور جاں نثاری (گویا وہ اپنے آقا کی تعلیمات کے پیکر اور عکسی تصویریں ہیں) کو نمایاں عنوان سے بیان فرمایا گیا ہے۔

ایہا الاخوۃ الکرام بلاشبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ذوات قدسیہ ایسی ہی تھیں۔ ان کے تقدس اور کمال کا اظہار تورات، زبور، انجیل برملا کر رہی ہیں اور خود ان کی کتاب معظم قرآن مجید قدم قدم پر ان کی علو مرتبی اور کمالات کو بیان کر رہی ہے۔ جیسے رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم تمام خلائق سے افضل اور برتر ہیں۔ اسی طرح ان کے تربیت کردہ افراد قدسیہ بھی تمام مخلوقات سے فائق تر ہیں۔ یہ حقیقت لازم وملزوم ہے اگر خاتم الانبیاء کو افضل ترین تسلیم کرتا ہے تو اسے لامحالہ ان کے صحابہ کرام کو بھی ہر حال میں تمام افراد انسانی سے افضل تسلیم کرنا ہوگا۔ دونوں فضیلتوں میں افتراق ناممکن اور محال ہے۔ ان کے کمال مقام ومرتبہ کا یہ حال ہے کہ خدا نے خاتم الانبیاء سے قبل جتنے نبی مبعوث فرمائے تقریباً اتنے ہی صحابہ کرام پیدا ہوئے۔ خود سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حقیقت کو یوں بیان فرمایا ہے کہ:

ترجمہ:...... میرے صحابہ کے بارے میں خدا سے ڈرو اس کا خوف رکھو میرے بعد ان کو طعن وتشنیع کا نشانہ نہ بنالینا۔ جس نے ان سے محبت رکھی تو اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت رکھی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا۔

گویا صحابہ کرام سے محبت وعقیدت حب رسول کو ملتزم ہے اور ان سے عدم لگاؤ اور لاتعلقی رسول معظم سے انقطاع کو مستلزم ہے۔ جہاں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دعا وبشارت ہے وہاں صحابہ کرام کے لئے بھی دعا وبشارت ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کو منبع ہدایت اور مصدر رسالت ونبوت مقرر فرمایا۔ ان کو تمام مخلوق کی پیشوائی کے مقام پر فائز فرمایا۔

انی جاعلک للناس اماما

آپ کے بعد تمام انبیاء آپ کی اولاد ہی سے آئے۔ حضرت اسحاق کی اولاد سے عیسیٰ علیہ السلام تک اور آخر میں دوسرے صاحبزادے حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کی اولاد سے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر سلسلہ نبوت پر اختتام کی مہر لگا دی۔

چنانچہ اس آخری سلسلہ رشد وہدایت کے مرکز (خانہ کعبہ) کو خود انہی ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام کے مبارک ہاتھوں سے قائم فرمایا۔ چنانچہ قرآن مجید اس حقیقت کو یوں بیان فرماتا ہے کہ۔

ترجمہ:...... اور یاد کیجئے جب کہ ابراہیم خانہ کعبہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے اور اسماعیل بھی (اور ساتھ ساتھ یہ دعا مانگ رہے تھے) اے ہمارے پروردگار ہم سے یہ (خدمت) قبول فرما لے بے شک تو ہی سننے والا جاننے والا ہے۔ اے ہمارے رب ہمیں اپنا فرماں بردار بنا لے اور ہماری اولاد سے ایک ایسی جماعت اپنی فرماں بردار بنا اور ہمیں حج کے قواعد سکھا اور ہم پر خاص نظر

عنایت مبذول فرما۔ بے شک تو ہی توبہ قبول فرمانے والا اور مہربانی کرنے والا ہے۔ اے ہمارے رب! ان میں (ہماری اولاد یا اس فرماں بردار ہونے والی جماعت میں) ایک رسول معظم جو انہی میں سے ہو مبعوث فرما۔ جو ان پر تیری آیات کی تلاوت کرے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور ان کو پاک کرے۔ بلاشبہ تو ہی زبردست ہے حکمت والا ہے۔

تشریح:.....ملاحظہ فرمایئے کہ اس آخری سلسلہ رشد و ہدایت کے تمام بنیادی امور کو بیان فرما دیا۔ بحکم الٰہی اس سلسلہ کے مرکز کو تعمیر کر کے شرف قبولیت کی آرزو کی جا رہی ہے۔ پھر اعلیٰ سرشت والے افراد پیدا کرنے کی دعا ہو رہی ہے کیوں کہ عام افراد اس عظیم الشان سلسلہ کے تحمل اور بقا کی ذمہ داری کے اہل نہیں ہو سکتے بلکہ اس کے لئے ایسے کامل ترین افراد کی ضرورت ہے جو واقعی ابراہیمی جبلت و فطرت کے مالک ہوں۔ ہر آزمائش اور امتحان سے گزرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ تسلیم و رضا کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوں اس لئے سورہ ممتحنہ میں فرمایا:

قد كانت لكم اسوة حسنة فى ابراهيم والذين معه اذ قالوا لقومهم انا براء منكم و مما تعبدون من دون الله

ملاحظہ فرمایئے پہلے مرکز ہدایت یعنی تعمیر کعبہ کو شرف قبولیت بخشنے کا سوال ہے۔ اس کی تولیت کی اہلیت رکھنے والے افراد کی جماعت کا سوال ہے پھر اس سلسلہ کے تاجدار ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے ارسال اور بعثت کی التجا کی جا رہی ہے' خانہ کعبہ بحکم الٰہی بنایا جا رہا ہے لہٰذا وہ خدا کی خصوصی عنایات کا مرکز ہے۔ پھر اس کے مرکز کو سنبھالنے والے اور اس کو دوام و بقا بخشنے والے رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم بھی خدا کے ہاں مقبول و منظور۔ درمیان میں اس رسول معظم کے تیار کردہ ان افراد قدوسی کا ذکر فرمایا اور پھر ان کے نصاب تعلیم کو بھی ذکر فرما دیا گیا۔ جن کے ذریعے اس سلسلہ کو دوام و بقا سے مزین کرنا ہے۔ لہٰذا کی ان شان اور ان کے مقام کا سوائے خدا کے اور کون اندازہ لگا سکتا ہے.....؟ خلیل اللہ علیہ السلام نے پہلے مقدس کارکنوں کا سوال کیا پھر ان کے معلم اور مزکی کی التجا کی تو ظاہر ہے ایسے افراد میں کسی بھی قسم کی کوئی کمی یا نقص کیسے ہو سکتا ہے؟ ان کے ایمان واخلاص عزم و استقلال اور عقیدت و جاں نثاری پر انگشت نمائی ناممکن ہے۔

ناظرین کرام..... عظمت صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں یہ آیت:

ومن ذريتنا امة مسلمة لك

بنیادی حیثیت رکھتی ہے اس میں صحابہ کرام کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دعائے خلیل میں معیت و رفاقت کا اہم بیان ہے۔ چنانچہ اسی کیفیت اور شان سے ان کا تذکرہ کتاب استثناء (توراۃ) میں ہے۔

اسی حوالہ سے سورہ حج کی آخری آیت میں فرمایا.....هو اسماكم المسلمين.....کہ حضرت ابراہیم ہی نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے اسی حکایت کا تحکی عنہ یہی..... ومن ذريتنا امة مسلمة لك ہے.....اور پھر اس تسمیہ کی بناء پر فرمایا گیا ہے:

قد كانت لكم اسوة حسنة فى ابراهيم

وہ فاران ہی کے پہاڑ سے جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا۔ اس کے داہنے ہاتھ میں ایک آتشیں شریعت ان کے لئے تھی۔ ہاں وہ اس قوم سے بڑی محبت رکھتا ہے' اس کے سارے مقدس تیرے ہاتھ میں ہیں۔ وہ تیرے قدموں کے نزدیک بیٹھے ہیں اور تیری باتوں کو مانیں گے۔

(باب 33 آیت 2.3 بائبل طبع 1908ء)

موجودہ بائبل میں یوں ہے: وہ بے شک قوموں سے محبت رکھتا ہے۔ اس کے سب مقدس لوگ تیرے ہاتھ میں ہیں اور وہ تیرے قدموں میں بیٹھے ایک ایک تیری باتوں سے مستفیض ہوگا۔

ملاحظہ فرمایئے: شان رسالت کے ساتھ ساتھ آپ کے تربیت یافتہ صحابہ کی کیسی عظمت بیان فرمائی۔ پہلے ان کو قدوسی فرمایا کہ یہ لوگ خدا کے منتخب اور قدسی صفات کے مالک ہیں۔ سب کے سب اپنے آقا کے محبوب ہیں۔ وہ آپ کے قدموں میں بیٹھنے والے اور مجسمہ خدمت و اطاعت ہیں۔ آپ کی تعلیمات سے ان کا ایک ایک فرد پوری طرح مستفیض ہوگا اور پھر آپ کے فیضان کو زینت بقا اور دوام بخشیں گے جبھی تو اس عظیم الشان سلسلہ کی بنیاد مضبوط اور دائمی ہو سکتی ہے۔ فرمایا:

مثل كلمة طيبة كشجرة طيبة اصلها ثابت وفرعها فى السماء تؤتى اكلها كل حين باذن ربها

یہ دائمی تمثیل اسی وقت صادق آ سکتی ہے جب کہ اس شجرہ طیبہ کے برگ و ثمر ہمیشہ ترقی فزوں سرسبز شاداب اور بقائے دہر تک فیض رساں رہیں۔

<u>رحمت خاصہ کی حقدار امت دعائے کلیم اللہ:</u>

جب بحکم الٰہی موسیٰ علیہ السلام ستر (70) آدمی کو طور پر لے گئے اور وہاں وہ بوجہ سوء ادبی زیر عتاب آ گئے تو جناب موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام خدا کے حضور ان کی طرف سے معذرت اور معافی کی درخواست جناب الٰہی میں پیش کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ:

ترجمہ:.....تو ہی ہمارا سرپرست اور مالک ہے سو تو ہمیں معاف فرما دے۔ ہم پر رحم فرما تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے اور ہمارے لئے اس دنیا میں بھلائی مقدر فرما دے اور آخرت میں بھی۔ بے شک ہم تیری طرف چل نکلے ہیں۔ اللہ نے کہا میرا عذاب جس پر چاہوں اسے مسلط کر دوں اور میری رحمت ہر چیز پر حاوی ہے۔ سو میں عنقریب اسے مقدر کر دوں گا ان لوگوں کے لئے جو متقی ہوں گے اور زکوٰۃ کی ادائیگی کرتے ہوں گے اور ان لوگوں کے لئے جو ہماری آیات پر ایمان اور یقین رکھنے والے ہوں گے۔ وہ لوگ جو پیروی کریں گے اس نبی امی کی جسے وہ لکھا ہوا پائیں گے اپنے ہاں تورات و انجیل میں۔

تشریح:.....ملاحظہ فرمایئے جناب کلیم اللہ اپنی امت کے لئے خدا کی رحمت خاصہ (جو دنیا و آخرت میں شامل حال ہو) کی درخواست فرما رہے ہیں تو ان کو جواب ملا کہ یہ رحمت خاصہ کا دونوں جہان میں میسر آنا تمہاری امت کا استحقاق نہیں بلکہ اس کا استحقاق اور تعین تو اس نبی کے پیروکاروں (صحابہ کرام) کے لئے مقدر ہے جو کہ ایمان کامل اور تقویٰ کاملہ کے مالک اور اس خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع ہوں گے۔ اے میرے کلیم ان صفات کی حامل آپ کی امت نہیں ہو سکتی بلکہ یہ خاتم الانبیاء کی امت ہوگی۔ ملاحظہ فرمائیں کس اہتمام سے اس قدوسی اور پاکباز جماعت صحابہ کی شان انفرادی کا ذکر بزبان حکیم کیا جا رہا ہے۔

<u>صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے ایمان کی صفت:</u>

امن الرسول بما انزل اليه من ربه والمومنون كل امن بالله و ملئكته و كتبه و رسله

(البقرہ آیت)

ترجمہ: "ایمان لایا رسول اور حقائق پر جو اس کے رب کی طرف سے اس پر نازل ہوئے اور اہل ایمان بھی ایمان لائے۔ سب کے سب (رسول اور صحابہ) اللہ پر ایمان لائے اور اس کے فرشتوں، کتابوں اور اس کے رسول پر۔"

تشریح:۔۔۔۔ ملاحظہ فرمایئے یہاں پر صحابہ کرام کے ایمان کو رسول اللہ کے ایمان کے ساتھ مساوی ذکر کیا جا رہا ہے۔ اگرچہ امت میں فرق لازمی ہے مگر اس کی صحت اور خلوص اور کمال میں یکسانیت بیان فرمائی گئی ہے۔

ترجمہ:۔۔۔۔ اور جب کوئی سورہ نازل ہوتی ہے کہ اللہ پر ایمان رکھو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو کر جہاد کرو تو ان (منافقین) میں صاحب ثروت لوگ رخصت اور اجازت مانگ لیتے ہیں اور کہتے ہیں ہمیں چھوڑ دیں ہم بیٹھ رہنے والوں میں رہیں گے۔ وہ پیچھے بیٹھنے والی عورتوں میں رہ جانے پر راضی ہو گئے اور ان کے دلوں پر مہر لگ گئی۔ پس وہ کچھ بھی نہیں سمجھتے۔۔۔۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ایمان لائے وہ اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد میں مصروف رہتے ہیں ان کے لئے تمام بھلائیاں مقدر ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ وہ ان باغات میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ (سورہ توبہ ۹۳۔۸۹)

تشریح:۔۔۔۔ ان آیات میں منافقین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں حد فاصل قائم کر دی کہ منافق نہ تو دعوت ایمان کی طرف پیش قدمی کرتے ہیں اور نہ ہی عملی طور پر معیت رسول کو اپناتے ہیں حالانکہ معیت رسول عملاً ایمان کا تقاضا ہے۔ جبکہ مخلص صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین معیت رسول میں بھی کامل اور راسخ القدم ہیں اور ایمان میں بھی رسول کے ساتھ اور اس کے تقاضوں میں بھی مکمل رفاقت و معیت پر کاربند ہیں اور اس معاملہ میں جان و مال کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔

لہٰذا ان قدسی افراد کے لئے دنیاوی و اخروی انعامات و کامیابیوں کے حتمی اور یقینی وعدے اور اعلانات فرمائے جا رہے ہیں۔

صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے کامل الایمان ہونے کی مزید خدائی شہادت:

ترجمہ:۔۔۔۔ لیکن اللہ نے ایمان کو تمہارے دلوں میں محبوب بنا دیا ہے اور اسے تمہارے قلوب میں مزین کر دیا ہے اور کفر، گناہ اور نافرمانی کی نفرت ڈال دی۔ اب یہی لوگ رشد و ہدایت کے مالک ہیں، خدا کے فضل و احسان سے اور اللہ (ہر ایک مخلص و غیر مخلص) کو خوب جاننے والا اور حکمتوں والا ہے۔ (سورہ حجرات)

تشریح:۔۔۔۔ بتلایئے جن قلوب میں خود خدا ایمان کی محبت اور چاہت راسخ فرما دے اور گناہ اور نافرمانی کی کراہت اور نفرت ڈال دے ایسے افراد کے ظاہری اور باطنی کمالات میں کیسے شبہ ہو سکتا ہے؟ آخر میں پھر وضاحت فرما دی کہ یہ انعام اللہ کریم نے پورے علم و خبر کی بناء پر عطا فرمایا ہے اس کی حکمتوں کا یہی تقاضا تھا کہ اس دائمی سلسلہ ہدایت کے ان لائق ترین افراد کو ہر قسم کی صد ہا استعداد اور کمالات سے نوازا جائے۔

دوسری جگہ فرمایا:

ترجمہ:۔۔۔۔ جب منکروں نے اپنے دلوں میں جاہلیت کی ضد ٹھانی تھی تو اللہ نے اپنے رسول اور ایمان والوں پر اپنا خاص اطمینان و سکون نازل فرمایا اور ان کو ادب و تقویٰ پر قائم رکھا اور در اصل وہی لوگ اس کے حق دار و اہل ہیں اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

اس آیت کریمہ کا لاحقہ نہایت معنی خیز اور فکر انگیز ہے کہ یہ قدسی جماعت سو فیصد پر خلوص اور خدا کی پسندیدہ ہے۔ ان کے ظاہر و باطن کو جانتے ہوئے خدا نے ان کو ہر قسم کے انعامات سے نوازا ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں یہ محض دنیاوی مفاد کے لئے آپ کے ساتھ ہو لئے تھے یہ بالکل جھوٹ اور بہتان طرازی ہے۔

چنانچہ حقیقت بار بار اجاگر کی گئی۔

تشریح:۔۔۔۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب کفار مکہ اپنی جہالت کی ضد پر اڑ گئے کہ اس سال مسلمان حج نہیں کر سکتے۔ پھر بظاہر کئی ناگوار شرائط پر صلح ہوئی تو اہل ایمان بہت دل شکستہ ہوئے۔۔۔۔ اس پر اللہ نے ان کو صبر و اطمینان کی دولت سے نوازا اور حرمت کعبہ کو قائم رکھنے کی توفیق دی کہ وہ مشتعل ہو کر جنگ نہ چھیڑ بیٹھیں بلکہ انہوں نے ان تمام مراحل کو اتباع نبوی میں پورے عزم و استقلال سے طے کیا۔ اللہ نے انہیں تقویٰ اور پرہیزگاری کے بلند ترین مقام پر فائز فرما دیا کیوں کہ وہ خدا کے علم کامل میں اسی مقام کے حقدار و اہل تھے۔ فرمایا:

ان الذین یغضون اصواتھم عند رسول اللہ اولئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقوی لھم مغفرۃ واجر عظیم

ترجمہ:۔۔۔۔ بے شک وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں وہی جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لئے پرکھا اور منتخب کر لیا ہے ان کے لئے بخشش اور اجر عظیم ہے۔

صحابہ کرام کے متعلق سید المرسلین کو خصوصی احکام:

واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغداۃ والعشی یریدون وجھہ ولا تعد عینٰک عنھم ترید زینۃ الحیوۃ الدنیا ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا واتبع ھواہ وکان امرہ فرطا

ترجمہ:۔۔۔۔ اپنی ذات کو ان لوگوں کے ساتھ جوڑے رکھئے جو صبح و شام اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں۔ صرف اس کی ذات کے طلبگار ہیں اور آپ کی نگاہیں ان سے آگے نہ تجاوز کریں دنیوی زندگی کی زیب و زینت چاہتے ہوئے اور کبھی اس شخص کی بات نہ مانئے جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور وہ صرف اپنی خواہش کی پیروی میں لگا ہوا ہے اور اس کا سارا معاملہ حد سے گزرا ہوا ہے۔

ولا تطرد الذین یدعون ربھم بالغداۃ والعشی یریدون وجھہ ما علیک من حسابھم من شیء وما من حسابک علیھم من شیء فتطردھم فتکون من الظالمین

ترجمہ:۔۔۔۔ اے میرے حبیب کریم آپ ان لوگوں کو اپنے پاس سے نہ دھتکاریے جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں صرف اس کی ذات کی رضا کے لئے۔ آپ پر ان کے متعلق کچھ حساب نہ ہوگا اور آپ کے حساب میں سے کچھ ان کے ذمے نہ ہوگا۔ مبادا آپ ان کو اپنے آپ سے دور کر کے ناانصافوں میں سے ہو جائیں۔

تشریح:۔۔۔۔ ملاحظہ فرمایئے ان وابستگان حق و صداقت کی شان کہ اللہ تعالیٰ اپنے عظیم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ حکم دے رہے ہیں۔ پہلے کہ آپ ان طالبان

حق کے ساتھ ہی وابستہ رہیں۔ آپ کی مبارک نگاہیں صرف انہی پر مرکوز رہیں۔ یہی اس سلسلہ رشد وہدایت کی بقا کے لئے کافی اور لائق ہیں اگرچہ یہ دنیوی ٹیپ ٹاپ نہیں رکھتے مگر آپ کو ایسے لوگوں کی حرص بھی نہیں کرنی چاہیے۔ آپ ناحق شناس لوگوں کے کہنے میں آ کر ان سے ذرا بھی اعراض نہ برتیں۔

دوسری آیت میں اس حکم کو مزید سے موکد فرمایا کہ ایسے باصفا لوگوں کو ہرگز اپنے دامن عاطفت سے دور نہ کیجئے۔ یہ کشتگان تسلیم ورضا ساری دنیا سے کٹ کر آپ کے ہو چکے ہیں۔ لہٰذا اس کے بدلے آپ بھی ہمہ تن ہو کر اپنی ذات اقدس کو انہی تک مرکوز رکھیے۔ بالفرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بھی بنا پر ان سے رتی بھر بھی اعراض برتا تو آپ انصاف اور وفا کو چھوڑنے والے ہو جائیں گے جو ہرگز آپ کے شایان شان نہیں بلکہ:

واخفض جناحك لمن اتبعك من المؤمنين

''اور اے میرے حبیب کریم آپ اپنا پہلو ان لوگوں کے لئے جھکا کر رکھئے جو اہل ایمان آپ کے پیرو کار بن چکے ہیں''

رحمت للعالمین کی صحابہ کے ساتھ رحمت وشفقت:

لقد جاءكم رسول من انفسكم عزيز عليه ما عنتم حريص عليكم بالمؤمنين رؤف رحيم

ترجمہ:...... بے شک تمہارے پاس تمہیں میں سے ایک ایسا رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم آ چکا' جس پر تم پر آنے والی تمہاری تکلیف او رمشقت نہایت گراں گزرتی ہے۔ وہ تمہاری بھلائی اور بہتری کا انتہائی خواہش مند اور طلبگار ہے' اہل ایمان پر تو بڑا شفیق اور مہربان ہے۔

تشریح:...... خدائی شہادت کے مطابق آپ کے ان تربیت یافتہ افراد قدسی نے چونکہ حق وفا اور فدا کاری ادا کر دیا۔ اطاعت اور جاںنثاری کی حد کر دی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش اور چاہت کے مطابق اپنا ظاہر اور باطن یکساں کر لیا تھا۔ لہٰذا ایسے ہونہار' کامیاب' تسلیم ورضا کے پیکروں کے ساتھ ان کے مربی ومزکی کی عطوفت نگاہ' محبت وشفقت کا ہونا ایک فطری اور لازمی امر تھا۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا کہ یہ پاکباز لوگ آپ کی تربیت وتزکیہ کا پورا پورا اثر لے کر واقعتاً فرزندان ابراہیم بن چکے ہیں۔ ''الولد سر لابیہ'' کا مقام حاصل کر چکے ہیں۔ اس لئے اپنی نظر رحمت وشفقت سے ان کشتگان حق وصداقت کو محروم نہ کیجئے یہ آپ کے ہو چکے ہیں۔ لہٰذا آپ بھی ان کے ہو جایئے۔ میں نے جہاں ساری مخلوق سے آپ کو منتخب فرمایا وہاں آپ کے بعد آپ کی تربیت کے لائق ترین افراد بھی تمام روئے زمین سے منتخب کر کے آپ کے دامن رحمت میں ڈال دیئے ہیں۔ لہٰذا آپ انہی کو سب کچھ تصور فرمایئے۔ یہ سچے موتی ہیں ان کی تعلیم وتکمیل میں مگن رہیے۔ یہ آسمان ہدایت کے ایسے ستارے ہیں جن کی روشنی سے قیامت تک تمام مخلوق راہنمائی حاصل کرتی رہے گی۔ جیسے آپ کے بعد کوئی نبی نہ بھیجوں گا اسی طرح ان کے بعد ان کے مقام رفیع پر آنے والے اور افراد بھی پیدا نہ کروں گا۔ جس نے آپ کو نور نبوت سے منور ہونا ہے وہ اب انہی کے واسطے سے یہ نور حاصل کر سکے گا اور کوئی ذریعہ نہیں۔ یہ پاکباز ایسے رفیع المقام راست باز ہیں کہ اگر نبوت اختتام پذیر نہ ہوتی تو یہ سب کے سب مقام نبوت پر فائز ہو جاتے۔

چنانچہ رب نے فرمایا:

السابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان

یعنی اگر ان کے بعد تیسرا درجہ کوئی ہے تو ان کی اتباع ہی ہے اسی لئے فرمایا واتبعوهم باحسان

یعنی جو قیامت تک رضاکارانہ اور فدویانہ طور پر ان کے نقش قدم پر چلیں گے سو ان تینوں گروہوں سے اللہ راضی ہو چکا اور وہ اپنے رب سے (اس کے کرامات واعزازات ملنے پر) راضی ہو چکے یہ کیوں......؟؟ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم کی تعلیم وتزکیہ کے ذریعے ان کو اتنا خالص اور پاکباز بنا دیا ہے کہ ماسوائے نبوت کے انسان کے لئے کوئی ممکن ترقی اور رفعت باقی نہیں رہی جو ان کو حاصل نہ ہو چکی ہو۔ سب سے عظیم نبی کی محنت اور فیضان کا یہ اعلیٰ اور کامل ترین نتیجہ اور ثمرہ ہیں۔ یہ افراد قدسی ایسے اعلیٰ اور کامل ایمان وایقان کے مقام پر فائز ہیں کہ ان کی عبدیت' اطاعت شعاری اور جاںنثاری کے پیش نظر رب رحیم نے ان کو ہر موقع پر نقد انعام واکرام کے بے شمار وعدے دیئے اور ان پر ان وعدوں کی سچائی مشاہدہ کی صورت اختیار کر چکی تھی۔ اس لئے جہاں علیم وخبیر ان کے ظاہر وباطن ملاحظہ فرما کر ان سے راضی ہو گیا وہاں یہ بھی اپنے رب کے سچے وعدوں کو گویا ان آنکھوں سے دیکھ کر اس پر راضی ہو گئے کیوں کہ ان وعدوں کی ابتداء دار دنیا کی کامیابیوں اور ترقیوں سے شروع ہو چکی تھی جن کا دوسرا سرا اور اختتام دار آخرت میں جنت فردوس میں ہے۔ جہاں اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف انہی پر اپنی نظر رحمت مرکوز کرنے کا حکم فرمایا وہاں ان کو بھی مطلع کیا جا رہا ہے کہ تمہارے مربی ومزکی رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں اپنی آنکھوں کا نور اور دل کا سرور رکھتے ہیں تا کہ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا مضمون نبی رحمت کے بارے میں بھی مکمل ہو جائے کیوں کہ کامل رابطہ وتعلق دونوں طرف سے ہوتا ہے۔

یوں سمجھئے جیسے اللہ اپنے مقام الوہیت میں یکتا ہے۔ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم مقام عبودیت ورسالت میں منفرد اور یکتا ہیں ایسے یہ مقدس گروہ مقام اطاعت واتباع اور تقویٰ وطہارت میں بے مثال اور یکتا ہیں۔

(جاری ہے)

﴿اللہ جل جلالہٗ رسول ﷺ﴾

﴿صحابہ کرام ؓ عزت والے﴾

لله العزة ولرسوله وللمؤمنين

قرآن یہاں اتنا آسان ہو گیا تو شہر والو!
کہ ہر کوئی سمجھنے لگا عزت اللہ کی اور اللہ کے رسول کی اور عزت ہے مومنین کی۔

☆...... یہ گلیوں میں گھسیٹے جائیں تب بھی یہ عزت والے ہیں۔

☆...... یہ تلواروں کی دھاروں پہ آئیں تب بھی یہ عزت والے ہیں۔

☆...... یہ نیزوں کی انیوں پہ آئیں تب بھی یہ عزت والے ہیں۔

☆...... یہ انگاروں پہ لٹائے جائیں تب بھی یہ عزت والے ہیں۔

☆...... انہیں ٹکڑے کیا جائے تب بھی یہ عزت والے ہیں۔

(مراسلہ: شمس الحق معاویہ)

ایمان اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

یاسر محمود توحیدی' نور شتی

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے والہانہ وابستگی دین وایمان کا اول تقاضا ہے۔ اس لئے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آسمان ہدایت کے درخشندہ وتابندہ ستارے ہیں۔ دین وایمان میں ان کی حیثیت منزل تک پہنچنے کے لئے راہنما ہیں۔ اس لئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہر سے مسلمان کے لئے ایمانی اور روحانی سرمایہ ہیں اور ان کے ذکر سے ایمان کو پختگی اور روح کو تازگی حاصل ہوتی ہے۔

اس لئے ہر مسلمان کی صحابہ کرام کے ساتھ دلی عقیدت اور محبت نہایت ہی ضروری ہے۔ ان کی خدمات اور کردار کو لوگوں تک پہنچایا جائے اور ان کی عظمت اور روحانی کو اور اسلام کے لئے ان کی خدمات کی داد دی جائے کیوں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وہ پاک ہستیاں ہیں جن کے ذریعے آج پوری دنیا میں ایمان واسلام کی روشنی پھیلی ہوئی ہے۔

انہوں نے نبی علیہ السلام کو دیکھا ان سے احکامات کو سیکھا اور پھر آگے پوری دنیا تک پہنچایا یہی وہ لوگ ہیں جن کے ذریعے اور واسطے سے آج تک نماز' روزہ' جہاد' حج اور زکوۃ اپنے اصلی روپ میں اور اس سے بڑھ کر پورے کا پورا اسلام ہی اصلی حالت میں ہے۔ اگر نعوذ باللہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو درمیان سے نکال دیا جائے تو نہ قرآن باقی رہتا ہے اور نہ دین اسلام کا کوئی اور رکن باقی رہتا ہے۔

اس لئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ایمان اور اسلام کے لئے معیار حق اور رہبر ماننا ضروری اور فرض ہے اور ان کے ایمان کی طرح ایمان لانا ہر مسلمان کا اول فرض بنتا ہے کیوں کہ قرآن مجید بھی اس کی تائید کرتا ہے۔

ایمان کی مختصر اور جامع تفسیر قرآن سے:

اللہ تعالیٰ کے ارشاد قرآن مجید میں ہے:

فان امنوا بمثل ما امنتم به فقد اهتدوا (البقرہ)

''سو اگر وہ بھی ایمان لائیں جس طرح تم ایمان لائے تو ہدایت پالی انہوں نے بھی''

سورۃ بقرہ میں شروع سے لے کر آیت مبارکہ تک ایمان کی حقیقت کے بارے میں کبھی مفصل اور کبھی مجمل بیان کیا گیا ہے اس آیت میں ایک اجمال ہے جو کہ تمام تفصیلات اور تشریحات پر حاوی ہے۔ کیوں امنتم کے مخاطب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ اس آیت میں ان کے ایمان کو ایک مثالی نمونہ اور معیار قرار دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول اور معتبر صرف اس طرح کا ایمان ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اختیار فرمایا جو اعتقاد اس سے سر مو مختلف ہو اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ مقبول نہیں۔

(معارف القرآن ج:1)

توضیح اس کی یہ ہے کہ جتنی چیزوں پر ایمان یہ حضرات لائے ان میں کوئی کمی یا زیادتی کے بغیر ایمان لایا جائے اور جس طرح خلوص کے ساتھ یہ لوگ ایمان لائے اسی طرح کفار بھی ایمان لائیں اس میں کوئی فرق نہ آئے کہ نفاق میں داخل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات' فرشتے اور انبیاء ورسل وکتب آسمانی کے متعلق اور ان کی تعلیمات کے متعلق جو ایمان واعتقاد رسول اللہ نے اور صحابہ کرام نے اختیار کیا وہی اللہ کے نزدیک مقبول ہے اور اس کے علاوہ دوسرا کوئی معنی یا مطلب یا کوئی تاویل کرنا اللہ کے ہاں یہ مردود ہے اور انبیاء اور رسول اور فرشتوں اور صفات خداوندی کے اندر کوئی گھٹانا یا بڑھانا ایمان کے منافی ہے۔

اس توضیح سے ان تمام باطل فرقوں کے ایمان واعتقاد کا خلل واضح ہو گیا ہے جو کہ ایمان اور اسلام کے دعویدار تو ہیں لیکن حقیقت میں ایمان سے بے بہرہ ہیں کیونکہ زبانی دعویٰ ایمان کا بت پرست مشرکین بھی کرتے تھے اور یہودی ونصاریٰ بھی کرتے تھے اور ہر زمانے میں زندیق وملحد بھی مگر چونکہ ان کا ایمان اللہ پر رسولوں پر اور فرشتوں پر اور یوم قیامت پر اس طرح کا نہ تھا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تھا۔ اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مردود و نامقبول ہوا۔

اس سے ہمیں اس بات کا پتہ چلا کہ ایمان کی مقبولیت کے لئے شرط ایسا ایمان اور اعتقاد ہونا جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تھا ضروری ہے کیوں کہ قرآن نے ان کو معیار حق ٹھہرایا ہے اور ان کے ایمان کو لوگوں کے لئے نمونہ بنایا ہے۔ اس طرح جو لوگ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے اندر شریک مانتے ہیں وہ کھلا کفر اور شرک کرتے ہیں۔ ان کے ایمان میں اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان میں بڑا فرق ہے۔ ان کا عقیدہ سراسر کفر ہے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عقیدہ نور اور ہدایت کا سرچشمہ ہیں۔ اسی طرح رسولوں کے علاوہ کسی کو گناہوں سے معصوم ماننا اور باقی کلمہ بدلنے اور نماز کو بدلنے اور قرآن کو اصلی نہ مانتے ہوئے بھی اس کے کفر میں شک کرنا ایسی غلطی ہے کہ اس سے امت کا اجمالی بہت بڑا نقصان ہوا ہے اور اس سے زیادہ بھی ہو سکتا ہے۔

اے ناموس رسالت کے لئے کام کرنے والو! اگر تم چاہتے ہو کہ ناموس رسالت پر کوئی آنچ نہ آئے تو سب سے پہلے ان لوگوں کا دفاع ضروری ہے جنہوں نے نبی علیہ السلام سے تعلیمات کو سیکھا اور ان کا تحفظ کیا تو آئیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے تحفظ کے لئے جمع ہو جائیں تاکہ کوئی تیرے نبی پر اور آپ کی پاکیزہ جماعت پر تنقید نہ کر سکے۔

☆☆☆

﴿گناہوں کا کفارہ﴾

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی بندہ مومن نے کچھ خریدنے کا ارادہ کیا اور جیب میں پیسے نکالنے کے لئے ہاتھ ڈالا اور پیسے نہ نکلے تو اس سے ذرا سا جو رنج ہوتا ہے اس سے بھی گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

(انتخاب: حافظ حبیب احمد فیصل آباد)

جگر گوشۂ پیغمبر

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا

قاری محمد حنیف ملتانی

کالی کملی والے کی بیٹی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کچھ عرض کروں گا اور نیت میں شہرت نہیں۔ بلکہ نیت یہ ہے عقیدہ یہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتی مبارک سے محبت کرنا بھی عین ایمان ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استعمال کردہ کپڑے کی محبت کرنا بھی ایمان ہے۔ آپ کے شہر مدینے کی محبت بھی عین ایمان ہے ملک عرب کی محبت بھی عین ایمان ہے چہ جائیکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے سے پیار اور محبت میں تو یہ عرض کروں گا کہ ہمارے اعمال سے نجات بڑی مشکل ہماری نجات اگر ہوئی تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے کے صدقے میں ہوگی کیا کریں گے تیرے عمل میرے عمل نیت کھوٹی اعمال کھوٹے ریا کاری نے مار لیا شہرت نے ہمیں برباد کر دیا۔ بڑی عجیب بات کی ہمارے بارے میں مجذوب کہتا ہے کہ:

قدم سوئے مرقد نظر سوئے دنیا
کدھر جا رہے ہو کدھر دیکھتے ہو
بڑھ آگے کو رہے ہیں اور دیکھ رہے ہیں پیچھے
ٹھوکریں کھا کر گریں گے اور کیا ہوگا......؟

امام الانبیاء کی شہزادی:

اندازہ لگاؤ ان عورتوں کا کیا کہنا ان خواتین کا کیا کہنا ان شہزادیوں کا کیا کہنا جن کا ابا امام الانبیاء ہو آج اس زمانہ میں کوئی ڈاکٹر کی بیٹی کوئی پروفیسر کی بیٹی کوئی وزیر کی بیٹی کوئی صدر کی بیٹی کوئی کمشنر کی بیٹی کوئی ڈی سی کی بیٹی کوئی جرنل کی بیٹی...... خدا کی قسم سیدہ رقیہ سارے انبیاء کی سردار کی بیٹی ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے میں پیدا ہوئی۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پیٹ سے پیدا ہوئی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے نطفے سے پیدا ہوئی۔ یہ بالکل غلط ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بیٹی ہے تین نہیں سیدہ رقیہ اپنے ابا سے بڑا پیار کرتی تھیں بڑی محبت کرتی تھیں بڑی خدمت کیا کرتی تھیں اور ابا کو بھی سیدہ رقیہ سے بڑا پیار ہے اتنی حسین تھی اتنی خوبصورت تھی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے میں سیدہ رقیہ سے زیادہ حسین کوئی نہ تھا۔ عابدہ تھیں زاہدہ تھیں نمازی تھیں قرآن کریم کا بڑا ذوق و شوق رکھتی تھیں...... ہر وقت اللہ اللہ کیا کرتی تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گزاری کیا کرتی تھیں۔

اندازہ لگاؤ اس بیٹی کا کتنا اونچا مرتبہ ہوگا جس کے سر پر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا ہزار ہا مرتبہ ہاتھ پھرا ہو سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کو رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ہزاروں مرتبہ اپنی گود میں لے کر پیار فرمایا۔ گود میں لیا کرتے تھے کندھوں پر سوار کیا کرتے تھے اپنے ہاتھوں سے روٹی پانی کھلایا کرتے تھے کس قدر خوش قسمت ہے وہ مائی جس کا ابا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

اسلام سے قبل بنات رسول کے نکاح:

پھر دو بیٹیوں کی منگنی ہوئی ابولہب کے بیٹوں سے تاریخی واقعات ہیں تھوڑا سا عرض کر دوں۔ آپ دینی معلومات تو کرتے نہیں اعتراض شروع کر دیتے ہیں اچھا جی۔ نبی نے کافروں کو رشتے دیے ہیں۔ اعتراض کے بغیر نہ تم نبی کو چھوڑو نہ خدا کو چھوڑو نہ باپ کو معاف کرو نہ ماں کو معاف کرو تمہارے پلے ہے کیا سوائے اعتراض کے تنقید کے یوں ہی تنقید کرتے کرتے مر جاؤ گے۔ جب قیامت میں اٹھو گے تو تمہارے پلے برائی کے سوا کچھ نہ ہوگا۔

اسلام کے آنے سے پہلے قرآن کے نازل ہونے سے پہلے سیدہ زینب کا رشتہ جو حضرت ہالہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سالی ہیں ان کے بیٹے ابو العاص سے نکاح بھی ہوا منگنی بھی ہوئی۔ اس زمانے میں کوئی مسلمان بنتا ہی نہیں تھا۔ ابولہب کے دو بیٹے عتبہ عتیبہ سے سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثوم کی منگنی کر دی۔ جب قرآن آیا ایمان آیا اسلام آیا دین آیا۔ ابولہب نے سب سے زیادہ مخالفت کی۔

ارشاد فرمایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری زندگی پوری دنیا نے مل کر جتنا ستایا اس سب کے مقابلے میں سگے چچا نے مجھ اکیلے کو ستایا۔ ہر وقت پتھروں کی جھولی بھر کر پیچھے پیچھے چلتا تھا۔ اندازہ لگاؤ ایمان والے بیٹھے ہو کلمہ پڑھنے والے بیٹھے ہو اسلام ایمان اور یقین والے بیٹھے ہو کتنا بڑا دکھ پہنچا ہوگا۔ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سر کے بالوں سے لیکر پاؤں کے ناخن تک کوئی جسم کا حصہ ایسا نہیں جہاں سگے چچا کے ہاتھ کا پتھر نہ لگا ہو۔ ابولہب نے اپنے بیٹے سے کہا کہ جاؤ تم جواب دے کر آؤ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑکیوں کو ہم نہیں لیتے۔ یہ بھی ایک بڑی بے عزتی ہے توہین ہے۔ لوگو! قرآن کریم کی وجہ سے اللہ کی توحید کی وجہ سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کے رشتے ٹوٹ گئے تم نے مذاق بنا رکھا ہے۔

خوش رہے رحمان بھی
راضی رہے شیطان بھی

مرنے کے بعد قرآن بھی پڑھا لیا ساری زندگی شرک و بدعات کی لعنت میں ڈوبے رہے۔

ظالموں کا انجام:

مدنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ابولہب کے دو بیٹے آئے اور ایک نے جواب دیا میں تیری لڑکی سے شادی کرنے کو تیار نہیں۔ دوسرے نے آ کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹی کی گالی نکال دی۔ بیٹیوں والے لوگ جانتے ہیں انہیں علم ہے کہ بیٹیوں کے کتنے دکھ ہوا کرتے ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دل دکھایا آپ کے دل پر اثر ہوا اور جس نے گالیاں دیں برداشت نہ ہو سکیں۔ رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جھولی پھیلا دی۔ الٰہی! مجھے انہوں نے پتھر مارے میں نے اف نہ کی۔ انہوں نے مجھے دھکے دیئے میں نے اف نہ کی۔ انہوں نے رات کو

مارا' ون کو مارا' میں نے اف نہ کی۔ میرا سارا بدن لہولہان کیا میں نے اف نہ کی۔ اس ظالم نے میری بیٹی کو گالی دی مولا! اس پر کوئی کتا مسلط فرما دے۔

گیا اور جا کر کہنے لگا باپ کو تو نے تو ہم کو تنگ کیا تھا اب طاقتور ہو جا۔ اس نے کہا کیوں......؟ کہنے لگا کہ نبی نے بد دعا کر دی۔

اندازہ لگاؤ ساری زندگی مارنے والا کافر ابولہب تھر تھر کانپنے لگا اب خیر نہیں...... کبھی تم اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو' کبھی تم اپنے گریبان میں منہ لٹکا کر دیکھو۔ اتنا بڑا عظیم کافر دین کا دشمن' قرآن کا دشمن' اللہ کی توحید کا دشمن' نبی کا دشمن' نبی کے گھرانے کا دشمن...... لیکن اس کو بھی اتنا یقین ہے کہ اب نبی نے بد دعا کی ہے میرا بچہ بچنا بڑا مشکل ہے۔ کبھی ہم نے بھی پرواہ کی' قرآن کی بد دعا سے بچنے کے لئے' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا سے بچنے کے لئے کبھی ہم نے بھی سوچا۔

ملک شام میں تجارت کے لئے ابولہب جانے لگا۔ دونوں بیٹوں کو ساتھ لے گیا شام ہوئی' راستے میں ڈیرا لگایا' قیام کیا سارے قافلے کو اکٹھا کر کے کہنے لگا۔ تمہیں معلوم ہے میرے بیٹے کو اس نبی نے بد دعا دے رکھی ہے۔ یاد رکھو میرے بیٹے کو ایسی جگہ سلاؤ' جو کسی کو پتہ نہ چلے' چاروں طرف قافلے والے لوگ سو گئے۔ سامان کا ٹیلہ سا بنا کر اس پر اس کو سلایا۔

اللہ پاک جل شانہ نے جنگل کے شیر کو حکم دیا اس کم بخت نے میرے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دل دکھایا اس نے میرے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کو گالی دی اس کو چیر پھاڑ نا تیرا کام ہے۔ شیر آیا چاروں طرف لوگ سوئے ہیں' شیر حیران کھڑا ہے۔ الٰہی! یہ تو کتنے سارے پڑے ہیں مجھے کیا معلوم ان میں سے وہ کون سا ہے کہیں ظلم نہ ہو جائے۔ کسی اور پر حملہ نہ کر دوں' میرا نشانہ کوئی اور نہ بن جائے۔ قیامت میں مجھے عذاب بھگتنا پڑے گا۔ جنگل کا درندہ' جنگل کا شیر سوچ سکتا ہے میرا نشانہ غلط نہ ہو جائے' میرا حملہ کسی اور پر نہ ہو جائے۔ مجھ سے کسی اور کو دکھ نہ پہنچ جائے تو کلمہ پڑھنے والا' سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہو کر' کلمہ پڑھ کر تو نے کبھی نہیں سوچا میری قلم سے کسی پر ظلم نہ ہو جائے' میرے مال سے کسی پر ظلم نہ ہو جائے' میرے عہدے سے کسی پر ظلم نہ ہو جائے' میری ممبری سے کسی پر ظلم نہ ہو جائے' میری چیئر مینی سے کسی پر ظلم نہ ہو جائے۔ تو نے کبھی نہیں سوچا تو تو شیر سے بھی درندہ بن گیا۔ شیر کو پتہ ہے کہ قیامت آئے گی تجھے یقین ہی نہیں قیامت پر' تیرا قیامت پر ایمان ہی نہیں۔

اللہ پاک جل شانہ نے فرمایا چاروں طرف سونے والے لوگ بھی ہیں وہ ایک علیحدہ جگہ سویا ہوا ہے۔ اے جنگل کے شیر جس کے منہ سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے کی بدبو آئے اس کو چیر پھاڑنا تیرا کام ہے۔

پتہ چلا جو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں بکے گا اس کے منہ سے کوئی خاص بدبو آئے گی۔ شیر پھر بھی کھڑا ہے۔ الٰہی مجھے کیا معلوم وہ کون سا ہے کس کا منہ سونگھوں؟ شیر بھی منہ سونگھتا پھر رہا تھا' لوگوں کے اوپر سے ہوا آئی اور ہم نے بتا دیا کہ نبی کا دشمن ادھر ہے' شیر نے چھلانگ لگا کر اوپر جا کر سونگھا واقعی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے کی بدبو آئی شیر نے اسے چیر پھاڑ کر پھینک دیا۔

جنتی نبی عثمان کے نکاح میں:

عرض یہ کر رہا تھا کہ ٹھیک ہے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے لیکن صابرہ تو سیدہ رقیہ تھی' صابرہ تو سیدہ ام کلثوم تھی۔ نبی پاک کی بیٹیوں کی اتنی بڑی عزت ہے اتنی بڑی عزت ہے کہ ساری دنیا کی بہنوں کی آبرو' ساری دنیا کی بیٹیوں کی آبرو' ساری دنیا کی ماؤں کی آبرو سارے جہان کی عورتوں کی عزتوں کو ایک طرف رکھو' خدا کی قسم سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے پاؤں مبارک سے اڑی ہوئی خاک پر قربان ہو سکتی ہے ساری آبرو۔

امام الانبیاء' محبوب کبریا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ رقیہ کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا کون سمجھائے تمہیں وہ کون سی زبان استعمال کریں اور کب تک کریں بڑے بڑے بزرگوں کی اللہ والوں کی عمریں ختم ہو گئیں۔

آج کوئی کسی گورنر کے دروازے پر اس کی لڑکی کی شادی کے لئے آ جائے لوگ کہیں گے بڑا خوش نصیب ہے' کسی وزیر کی لڑکی سے شادی کرنے کے لئے آ جائے لوگ کہیں گے بڑا خوش نصیب ہے' کسی بادشاہ کی شہزادی سے شادی کرنے کے لئے آ جائے لوگ کہیں گے بڑا خوش نصیب ہے۔ خدا کی قسم عثمان (رضی اللہ عنہ) وہ جوان ہے جو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر دولہا بن کر آیا ہے۔ دروازہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور دولہا عثمان (رضی اللہ عنہ) ہے۔

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رحمت والے ہاتھوں سے شادی کر کے دی۔

ہمارا تو عقیدہ اور ایمان ہے' یقین ہے کہ دنیا میں سوچے اگر حسن کے ہاں' سوچے اگر خوبصورتی کے ہاں تو ایک حصہ پوری کائنات کو ملا اور ننانوے حصے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو ملے۔ آپ کی بیٹی کتنی حسین ہوگی اور اتنا بڑا حسین جن کو حسین کہے' حسین جس کو حسین کہے ننانوے حصے' جس کا مالک جس کو حسن کہے وہ کتنے حسین ہوں گے۔

حسین جوڑا:

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عثمان ایک جگہ دونوں میاں بیوی تشریف فرما ہیں۔ سرکار تشریف لے آئے' دیکھ کر مسکرائے اور یوں فرمایا میں نے ساری زندگی میں اتنا حسین جوڑا نہیں دیکھا۔ تیری میری بات نہیں' کسی گورنر وزیر بادشاہ کی بات نہیں یہ میں اس محبوب کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کر رہا ہوں' جس کے بارے میں میرا عقیدہ ہے' تیرا بھی ہوگا کہ اگر سرکار پیدا نہ ہوتے یہ جہاں ہی نہ تھا۔

فرمایا میں نے پوری زندگی میں اتنا خوبصورت جوڑا نہیں دیکھا۔

شعب ابی طالب کی محصوری:

مکہ مکرمہ میں کافروں نے بڑی تنگی دی' بڑی پریشانی دی' شعب ابی طالب کے زمانہ میں مکہ کے لوگوں نے جب سارے دشمن ہو گئے۔ دونوں پہاڑوں کے درے میں' درمیان میں آپ کو اور آپ کے غلاموں کو' صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو' آپ کے گھر والوں کو قید کر دیا تھا۔ اڑھائی برس تک قید رہے' نہ کھانا ملا نہ پانی ملا' پیسوں سے آٹا خریدنے کی بھی کافروں نے ممانعت کر رکھی تھی' پانی بھی نہیں ملتا تھا۔

مالک کائنات کی قسم سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کالی کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ پیاری بیٹی ہے' جس نے اڑھائی برس تک درختوں کے پتے چبا چبا کر خدا کا قرآن پڑھا اتنی بھوک اٹھائی خود سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا فرماتی

ہیں بھوک کی وجہ سے میری بچوں کی آواز تک نکلنا بند ہو گئی۔ اتنی مصیبت' اتنی تکلیف' اتنی پریشانیاں اٹھائی ہیں اس پر بھی بس نہیں۔

ہجرت حبشہ:

حبشے کی طرف ہجرت فرمائی' خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصت فرمایا' چوراسی مرد' عورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصت فرمائے۔ سیدہ رقیہ' سیدنا عثمان' دونوں کی ہجرت کے لئے سرکار مدینہ دو تین میل باہر کے رخصت فرمانے کے لئے تشریف لے گئے۔

تیری بیٹی خطرے میں ہو تو سونا بچائے گی' چاندی بچائے گی' اچھے کپڑے بچائے گی' اولاد کی حفاظت کرے گی' واہ رقیہ مبارک ہو! امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر ہو کر تو مکہ چھوڑ کر' ای چھوڑ کر ایمان بچانے کے لئے ہجرت فرما رہی ہے' مکہ شہر چھوڑ کر جا رہی ہے' پیدائشی شہر چھوڑ کر جا رہی ہے' اپنے ابا محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر جا رہی ہے۔

اس موقع پر اگر آپ کا دماغ حاضر ہے' طبیعت حاضر ہے تو ایک ایسا لفظ فرمایا محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کی قسم اس لفظ سے بھی پیار کرو گے میرا ایمان ہے نجات ہو جائے گی۔

سیدہ رقیہ کے سر پر پیار دیا...... فرمایا لخت جگر ایمان بچا کر جا رہی ہے' قرآن بچا کر جا رہی ہے' اپنا دین بچا کر جا رہی ہے' گھبرانا نہ...... اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے فرمایا فرمایا اے عثمان! حضرت ابراہیم کے بعد جب سے دنیا آباد ہوئی' ایمان یقین کے لئے وطن چھوڑ کر جانے والا تو پہلا آدمی ہے۔ یعنی آدم سے لے کر آج تک' حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں عثمان (رضی اللہ عنہ) مبارک ہو کہ میری بیٹی تیرے ساتھ ایمان کے لئے ہجرت کر رہی ہے۔

حضرت رقیہ کی دو ہجرتیں:

غور کرو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے بھی ہجرت فرمائی مگر ایک۔ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے ہجرت فرمائی یہ بھی آپ کی بیٹی ہے۔ ایک ہجرت سیدہ فاطمۃ الزہرا نے بھی فرمائی مگر ایک بے شمار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وہ ہیں جنہوں نے ایک ہجرت فرمائی۔ ایک کا مطلب مکہ سے مدینے گئے اور سیدہ رقیہ نے دو ہجرتیں کیں۔ مکہ سے حبشہ گئیں اور حبشہ سے مدینہ آئیں' ڈبل ہجرت فرمائی ہے سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا نے۔ پہلی ہجرت کے وقت رخصت فرمانے والے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔

کفار مکہ حبشہ میں:

جب یہ حضرات حبشہ میں پہنچ گئے والوں کو پتہ چلا کہ اتنے مرد اور اتنی عورتیں اور ان میں سے ایک نبی کی بیٹی بھی اپنی جان بچا کر' اپنا ایمان بچا کر' دین بچا کر دوسرے ملک میں چلے گئے۔ انہوں نے مشورہ کیا کے کے بڑے بڑے کافروں نے' اور مشورہ کر کے ایک قافلہ تشکیل دیا۔ ایک قافلہ تیار ہوا کہ وہاں جاؤ اور ان کو واپس لاؤ' پکڑ کر ماریں گے' ان کی جان بچ گئی' ہمارے ہاتھوں سے نکل گئے۔

تمہیں کیا معلوم ہے کہ اس وقت ایمان' یقین کے لئے کلمہ پڑھنے کے بعد کتنی سزا ملتی تھی۔ جا سیدہ زنیرہ سے پوچھ کر آ۔ کلمہ پڑھنے کی وجہ سے تیرے ساتھ کیا بنی' کافر کہتے تھے کہ ہم ان کو مارتے ہیں تا کہ ہم ان کو سیدھا کریں۔ انہوں نے ایک نبی بنا رکھا ہے' اس کا کلمہ پڑھتے ہیں' سارے جہاں کو غلط کہتے ہیں اور اپنے آپ کو صحیح کہتے ہیں۔

نجاشی سے جب یہ کہا تو اس نے کہا کہ یہ تو ان کا اپنا فعل ہے' تمہیں کیا تکلیف ہے' تم کیوں آئے ہو......؟ تمہارے ذمے کیا مصیبت پڑ گئی۔ ارے یہ جان بچا کر اپنا جو کچھ تھا بچارے دوڑتے میرے ملک میں آ کر پناہ لی ہے تمہیں کیا تکلیف ہے۔ نجاشی کو کہنے لگے تمہیں پتہ نہیں ہے یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں مانتے۔

دربار نجاشی میں حضرت جعفر طیار کی تقریر:

چونکہ وہ عیسائی تھا تو انہوں نے بھی کہا کہ یہ تیرے عیسیٰ کو نہیں مانتے۔ اس نے کہا کیا چھا نہیں مانتے' کیا نہیں مانتے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے فرمایا کہ کون جواب دے گا' سیدنا جعفر طیار' حضرت علی کے بھائی ہیں یہ تشریف لائے نجاشی کے دربار میں کھڑے ہو کر قرآن کریم شروع فرمایا:

کہیعص ذکر رحمت ربک عبدہ زکریا

قرآن کریم کی سورت مریم شروع کر دی' عدالت میں' کچہری میں' شہنشاہ کے دربار میں کھڑے پڑھتے پڑھتے فرمایا:

واذکر فی الکتاب مریم اذ انتبذت من اھلھا مکانا شرقیا

مریم کا ذکر کرو اپنی کتاب مقدس میں' جب وہ علیحدہ ہو کر علیحدہ بیٹھ کر پہاڑ میں جا کر غسل کر رہی تھی:

فاتخذت من دونھم حجابا فارسلنا الیھا روحنا فتمثل لھا بشرا سویا

عیسیٰ کے بارے میں حضرت مریم کو اطلاع دے دی گئی ایک بچہ تجھ سے پیدا ہوگا فرمایا:

قالت انی یکون لی غلام ولم یمسسنی بشر

مجھے کسی نے ہاتھ نہیں لگایا' شادی نہیں ہوئی' مجھ سے بچے کیسے پیدا ہو جائے گا......؟ آواز آئی جب وہ چاہتا ہے شادیوں کی ضرورت کوئی نہیں' کس کی شادی' آدم کا باپ نہیں' ماں نہیں' حضرت حوا کا باپ نہیں' ماں نہیں' تیری ماں تو ہے میں عیسیٰ کو بغیر باپ کے پیدا کر دوں تو میری ذات کے لئے کون سا مشکل ہے۔

حضرت جعفر طیار نے تقریر فرمائی اے بادشاہ! ہم کمزور ہیں' ہم غریب ہیں' مالدار نہیں' اللہ نے ایک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے بھیجا' کے والوں میں سے بھیجا' قریش والوں میں سے بھیجا۔ اس نے ہمیں حرام وحلال کی تمیز بتائی' مردار کھانا حرام بتایا' شراب پینا حرام بتایا' کسی کو گالی دینا ناجائز بتائی' کسی کو قتل کرنا حرام بتایا' کسی پر ظلم کرنا حرام بتایا۔ اللہ کا قرآن دیا' نبوت عطا فرمائی' اللہ کی توحید عطا فرمائی۔ ان کا خیال تو یہ تھا کہ یہ ہماری کوئی ایسی لگے گی مذہبی کہ نجاشی ابھی کہے گا پکڑو انہیں اور ان کے حوالے کر دو' کون ہیں' نجاشی قرآن سن کر رونے لگا۔ صحابی کی زبان ہے' اللہ کا قرآن ہے' بادشاہ نجاشی کا دربار ہے۔ سارا دربار رونے لگا۔ نجاشی خود رونے لگا اور پھر اس نے ایک گھاس کا تنکا اٹھایا اور کہنے لگا خدا کی قسم! جو اس نے بتایا ہے عیسیٰ علیہ السلام اس تنکے سے بھی زیادہ نہیں ہیں۔ جو انہوں نے بتایا وہی سب کچھ ہے اور جاؤ میں کبھی انہیں تمہارے حوالے نہیں کروں گا' کبھی یہ تمہیں پریشان نہیں کریں گے۔ سارے صحابہ کرام دعائیں مانگ رہے ہیں یا اللہ ہماری نصرت فرما۔ اے اللہ ملک بھی کافروں کا ہے' یہ واپس لے جانے والے بھی کافر آگئے...... اگر پکڑ کے لے گئے تو راستے

میں قیمہ بنائیں گے۔

غرض اس لئے کر دیا کہ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بھی اس قافلے میں تھیں، حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ تھیں اور پھر جب حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر کے مدینے تشریف لے گئے تو یہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا سارا قافلہ حبشہ سے مدینہ آ گیا ان حضرات کی ڈبل ہجرت ہو گئی۔

جنگ بدر اور عثمان غنی (رضی اللہ عنہ) کا اعزاز:

یہ بھی ذرا توجہ سے سننے والی بات ہے۔ بعض لوگ صرف رسالے پڑھ کر اخبارات پڑھ کر معمولی قسم کی کتابیں پڑھ کر اعتراض کر دیتے ہیں کہ جی جنگ بدر میں تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین موجود تھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ موجود نہیں تھے۔ سنی مسلمان علم تو رکھتا نہیں، وہ فوراً مضطرب ہو جاتا ہے اچھا سارے تھے جی! سب تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے جی ہاں تھے، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے جی ہاں تھے، سب تھے ہاں سب تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے، مگر عثمان غنی رضی اللہ عنہ نہیں تھے، اچھا نہیں تھے۔ یہ ایک اعتراض کرتے ہیں لوگ۔

مگر کبھی سوچا تک نہیں کہ جنگ میں جانا ہو، نماز پڑھنا ہو، حج کرنا ہو، زکوٰۃ دینی ہو، خیرات دینی ہو، دین وایمان کے ساتھ تو زندگی گزاری ہو اصل بنیاد ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت، فرماں برداری۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی سارا دین ہے، غلامی ایمان ہے، جنگ بدر کے موقع پر مدینے پاک میں سیدہ رقیہ کو چیچک نکل آئی سخت بیمار ہیں، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سخت بیمار ہیں۔ کفر چڑھ کر آ گیا اسلام کے مقابلے کے لئے مکے والوں نے چڑھائی کر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو فرمایا کہ سب چلو لڑائی میں۔ توجہ کرنا اب آئی بات حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو یوں فرمایا عثمان، عثمان جی یا رسول اللہ بات سن! تو نے نہیں جانا بدر کی لڑائی میں، جنگ میں تو نے نہیں جانا کیوں میری بیٹی سخت بیمار ہے اس کی تیمارداری کر، اس کی خدمت کر، اس کی دیکھ بھال کر تیری یہ ذمہ داری ہے۔ جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی لخت جگر، نور نظر، جگر کے ٹکڑے کی تیمارداری سونگائی عثمان (رضی اللہ عنہ) کیسے چلا جائے؟

اس کا ایک اور ثبوت آپ کو دیتا ہوں گا۔ جب بدر فتح ہو گیا واپس آئے تو سیدہ رقیہ کی قبر پر مٹی ڈالی جا رہی تھی۔ یعنی اتنی بیماری تھی جیسے آپ کو بعض مرتبہ مریض سے امیدی ہو جاتی ہے اور ڈاکٹر کو بلاتے ہیں لیکن گھر والے کہتے ہیں چلو اتمام حجت ہے بچنا نہیں ہے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑا ڈاکٹر اس کائنات میں کون آئے گا۔ آپ کو یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ میری بچی بچے گی نہیں، سخت بیمار ہے، بڑی تکلیف ہے اس لئے عثمان کو چھوڑا کہ یہ آخری وقت میں ممکن ہے دفن، کفن بھی پیچھے ہو جائے بیماری بھی ہے، تکلیف بھی زیادہ ہے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینے پاک میں تشریف لائے اور آپ نے دیکھا مسجد نبوی میں کوئی نہیں، پوچھا کہاں گئے بتایا گیا سارے جنت البقیع میں ہیں سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا رخصت ہو گئیں۔

حضرت رقیہ کا اعزاز:

جو بیٹی اتنی حسین تھیں، اتنی خوبصورت تھی، جس نے ایمان اور یقین کے لئے دو مرتبہ ہجرت کی، درختوں کے پتے چبائے قرآن کے لئے اللہ کی توحید کے لئے بڑے بڑے دکھ اٹھائے وہ بچی فوت ہو گئی۔ قبر میں اتاری جا رہی ہے، مٹی ڈالنے کی تیاری ہو رہی ہے یہاں سے دوڑا ایک صحابی، ذرا ٹھہرو محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے رحمت والے ہاتھوں سے قبر پر مٹی ڈالی۔ صحابہ کرام کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رو کر فرمایا بیٹی رقیہ، اسلام ایمان کے لئے بڑے دکھ اٹھائے، بڑی پریشانیاں اٹھائی ہیں میری بیٹی تو نے اور آج تو اللہ کے یہاں جا رہی ہے۔ اللہ کے یہاں میں تجھے اپنے ہاتھوں سے رخصت کر رہا ہوں مبارک ہو۔

پھر بدر میں چونکہ فتح ہوئی تھی بدر میں مال غنیمت ملا تھا اب غنیمت کا مال اس کو ملتا ہے جو جنگ میں جہاد میں شریک ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو بدر کے مال غنیمت میں برابر کا حصہ دیا، مال غنیمت کا حصہ دیا فرمایا تو میری بچی کی خدمت کر رہا تھا میں تجھے بدر میں شریک سمجھتا ہوں۔ میں تجھے بدر میں شریک مانتا ہوں لہٰذا مال غنیمت میں تیرا بھی حصہ ہے۔

قرآن اور اہلبیت عظام:

امام الانبیاء محبوب کبریا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے بارے میں قرآن کہتا ہے...... انما یرید اللہ...... اللہ پاک نے ارادہ فرمایا۔ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت...... اللہ پاک نے فیصلہ کر دیا۔ اللہ پاک نے ارادہ فرمایا، محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے گھرانے کو پاک کر دینے کا ہر طرح کی پلیدی سے، دنیا کے گناہوں سے پاک، شرک کی پلیدی سے پاک، بدعتوں سے پاک، تمام گناہوں سے پاک...... انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت...... فرمایا میرے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں نے آپ کے سارے گھرانے کو، خاندان کو پاک کر دیا۔ اس میں سیدہ رقیہ بھی آ گئیں، ام کلثوم بھی آ گئیں۔ اس میں سیدہ زینب بھی آ گئیں، سیدہ فاطمہ بھی آ گئیں ساری ازواج مطہرات بھی آ گئیں۔ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا سارا گھرانا آ گیا فرمایا:

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا

میں نے پاک کر دیا، دنیا ان کے پیچھے کتنے الزام لگائے، بہتان لگائے کتنی کوشش کرے میں خدا جو پاک کر چکا ہوں قریب کوئی چیز آ سکتی نہیں:

واذکرن ما یتلیٰ فی بیوتکن من آیات اللہ والحکمۃ

میرے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس قرآن پاک میں تلاوت کرتے جاؤ۔ بتاتے جاؤ، میری کتنی حکمتیں ہیں، میرے کتنے اسرار ہیں، میرے اس قرآن میں کتنے راز ہیں...... ان اللہ کان لطیفا خبیرا...... اللہ فرماتے ہیں جو لوگ منہ سے بات نکالیں گے وہ بھی میں سنتا ہوں اور جو دلوں میں وسواس لائیں گے میں وہ بھی جانتا ہوں۔

یعنی میرے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات، بنات، بیٹیاں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں خدا کہتا ہے...... ان اللہ کان لطیفا خبیرا...... میں ساروں کی زبانوں سے واقف ہوں۔ ایک ایک لفظ سنتا ہوں۔ ایک ایک کے دل سے اٹھنے والے ارادوں کو جانتا ہوں کہ میرے نبی پاک صلی اللہ

علیہ وسلم کے گھرانے پر ان کے کتنے احسانات ہیں' قیامت میں سب کے جواب بھی دوں گا سب کو سزا بھی دوں گا۔

بڑا عجیب گھرانہ ہے' یہ اندازہ تو لگاؤ اس در کے بارے میں' میں کیا بیان کر سکتا ہوں۔ جہاں جبرائیل غلامی کرنے میں' دروازے کے بارے میں تمہیں کیا کہہ سکتا ہوں جہاں ملائکہ قطار در قطار ہزاروں آ کر سلام کرتے ہوں۔

<u>محبت صحابہ وصحابیات ایمان ہے:</u>

مسلمانو! جن کے گھروں میں پورا قرآن اترا ہو' ان بچیوں کا کیا کہنا' اس نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کا کیا کہنا' جن کے گھر میں قرآن اترا' ان سارے گھر والوں سے پیار کرنا' محبت کرنا' اطاعت کرنا عین ایمان ہے۔ جو آدمی اپنی بیٹی' اپنی پوتی' اپنی نواسی' اپنے گھر کسی کی بچی کا نام اس نیت سے رکھے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کے پیار میں کہ میرے نبی کی بیٹی کا یہ نام ہے خدا کی قسم اس پر بھی بہت بڑا اجر ملے گا۔ نام رکھنا تو کوئی عبادت نہیں لیکن اس نیت سے عبادت ہو جائے گا۔ اسی طرح ازواج مطہرات کا اتنا اونچا مقام ہے یہ جن کے بستر پر قرآن آیا ہو' کیا کہنا ان کی شان کا' جن کے گھر میں قرآن اترا ہو' سخاوت ان کے گھر کی ہو' شہادت ان کے گھر کی ہو' عدالت ان کے گھر کی ہو' نبوت ان کے گھر میں ہو' انہیں اور کیا چاہیے' فاقے انہوں نے کاٹے بھوک انہوں نے دیکھی۔

بدقسمتی سے آج نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے سے ہمیں محبت نہیں رہی' ہمیں پیار نہیں رہا' فلمی کنجریوں کے نام پر' اپنی بچیوں کے نام رکھتے ہیں' ناچنے والی' ڈانس کرنے والی گیت گانے والی کنجریوں کے نام پر ہم اپنی بچیوں کے نام رکھتے ہیں' ہمیں ان سے پیار ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں سے پیار نہیں' ازواج مطہرات سے محبت نہیں' اس گھر سے تعلق ہو تو ایسا ہو نہیں سکتا سیدہ رقیہ تقویٰ میں نرالی تھیں۔

یوں آتا ہے کتابوں میں کہ ہر وقت تقریباً نماز پڑھتی تھی۔ بڑی خاموش طبیعت کی تھی اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب سیدہ رقیہ کو دیکھتے فوراً مسکرا دیا کرتے تھے۔ جس کی قبر پر مٹی ڈالتے ڈالتے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رو دیئے' کتنا دکھ پہنچا ہوگا' کتنی تکلیف پہنچی ہوگی۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے گھرانے کے صدقے میں میری تمہاری نجات فرمائے اللہ پاک ہماری اولاد کو علم دین عطا فرمائے۔ اور نبی پاک کے شہر سے' ملک سے' دین سے' ایمان سے' خاندان سے' ہر چیز سے محبت ہو' ہر چیز سے پیار ہو' ہر چیز ہمارے دلوں میں محبت کے طور پر جاگزیں ہو۔ (آمین)

☆☆☆

خصوصیات صدیقی

یعنی وہ امور فضیلت جو خصوصی طور پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہی حاصل ہیں۔

1..... تمام صحابہ کرام میں سے صرف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں جن کی چار پشتیں صحابی ہیں۔ ابوعتیق محمد بن عبدالرحمن بن ابی بکر الصدیق بن ابی قحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ (ازالۃ الخفاء ج2 مقصد دوم ص:16)

2..... واقعہ ہجرت جو اسلام میں بہت بڑی فضیلت اور اہمیت رکھتا ہے اس میں ابتدائے ہجرت سے آخری اوقات تک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں رہے۔

(الاصابہ ص:335 ج2 استیعاب ص:234 ج2)

3..... قیام غار ثور کا شرف معیت اور حاضری صدیق کو ہی حاصل ہوئی ہے جس کا ذکر قرآن مجید نے ثانی اثنین اذ ھما فی الغار میں فرمایا ہے۔

4..... واقفہ فی المشاھد کلھا الی ان مات

(اصابہ مع استیعاب ص:333)

یعنی صدیق اکبر سرور دو عالم کے ساتھ حاضری کے تمام ضروری مواقع میں سب جگہ حاضر رہے۔

5..... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صحبت اور سنگت کے اعتبار سے اور مال و دولت صرف کرنے کے اعتبار سے تمام لوگوں میں مجھ پر زیادہ احسان کرنے والے ابوبکر ہیں۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ محسن ابوبکر ہیں۔ (بخاری ص:516 ج1)

6..... عتیق (آگ سے آزاد شدہ) کا لقب خصوصی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ہی حاصل ہے۔ حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جس شخص کو پسند ہے کہ آگ سے آزاد شدہ انسان کو دیکھے وہ ابوبکر کی طرف دیکھے"۔

(اصابہ ص:334 ج2 استیعاب ص:235 ج2)

(7)..... آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض الوفات کے دوران میں آپ نے مسلمانوں کی نماز کے لئے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہی امام بنایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضور کے مصلی پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں صدیق اکبر ہی امام قرار دیئے گئے ہیں۔

(طبقات ابن سعد ص:126 ج3 ق اول)

(8)..... حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات جیسے ہوش ربا حادثہ اور قیامت خیز واقعہ کے وقت بھی باہوش اور بااستقلال رہنے والے صرف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے سب کو صبر کی تلقین کر کے سنبھالا۔

(9)..... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک کا بوسہ لینا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہی نصیب ہوا ہے۔ (یعنی بعد از وفات نبوی)

(10)..... حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری آرام گاہ (قبر شریف) کے بالکل متصل آرام گاہ تا قیامت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ہی حاصل ہے۔ مختصر یہ کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جتنا قرب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس عالم میں تھا اتنا ہی عالم برزخ میں ہے اتنا ہی قیامت میں ہوگا اتنا ہی بہشت میں بھی۔

☆☆☆

﴿قرآن پاک کی عظمت کا اقرار﴾

ایک عیسائی مورخ "سرولیم میور" قرآن پاک کی عظمت کا اقرار کرتے ہوئے رقم طراز ہے کہ قرآن کا کوئی لفظ' کوئی جملہ اور فقرہ ایسا نہیں جس کو جمع کرنے والوں نے چھوڑ دیا ہو۔ قرآن اسی طرح آج بھی موجود ہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھا۔

<u>ڈاکٹر جے جے بول:</u>

ڈاکٹر جے جے بول کہتا ہے کہ تمام اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن ایک بے مثال لازوال اور حیرت انگیز کتاب ہے۔

صحابہؓ کی فقہی تربیت اور اس کے نتائج وثمرات

ڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتی

دوسری قسط

تجارت کے پہلو:

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

لعن اللہ الیھود حرمت علیھم الشحوم فحملوھا فباعوھا

یہودیوں پر اللہ کی لعنت اور پھٹکار ہو (گردے، آنتیں اور معدے کی) چربیاں ان پر حرام کی گئی تھیں۔ انہوں نے اس کو چھوڑا نہیں، انہوں نے ان سے مالی فائدہ اٹھایا، انہیں بیچا اور اس کی قیمت کھائی۔

چربی سے فائدہ اٹھانا حرام تھا۔ انہوں نے اس کی قیمت سے فائدہ اٹھایا۔ یہاں دیکھئے اکل (کھانا) بھی (باعث) انتفاع تھا اور خرید وفروخت کر کے مالی فائدہ اٹھانا بھی (باعث) انتفاع ہے۔ دونوں میں علت (انتفاع) یکساں موجود ہے تو حکم بھی دونوں کا یکساں ہوگا۔

رنگ روپ کا پہلو:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: میرے یہاں کالا بچہ پیدا ہوا ہے، رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تمھارے پاس اونٹ ہیں؟ اس نے کہا جی ہاں موجود ہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ان کے رنگ کیسے ہیں؟ اس نے بتایا وہ سرخ ہیں، پھر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا ان میں کوئی خاکی رنگ کا بھی ہے؟ اس نے کہا جی ہاں موجود ہے۔ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کہاں سے آیا؟ اس نے کہا ممکن ہے مادہ کی کسی رگ نے یہ رنگ کھینچ لیا ہو، رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو تیرے بیٹے کا رنگ بھی کسی رگ نے کھینچ لیا ہوگا۔

ملاحظہ فرمائیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹے کے رنگ روپ کے اختلاف کو اونٹ کے رنگ روپ کے اختلاف پر قیاس کیا۔ اور آدمی کو بھی فقہی بصیرت کا ڈھنگ بتا دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیاس کا طریقہ یہ تھا کہ ایک چیز کا حکم اس کی نظیر سے پیش کر کے بتاتے تھے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے فرمایا! تمھارا بیوی سے ہمبستری کرنا بھی صدقہ خیرات کا حکم رکھتا ہے۔ صحابی نے عرض کیا کیا ہمیں اس شہوت کی تسکین کرنے میں بھی اجر دیا جاتا ہے؟ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا تمہارا کیا خیال ہے کہ تم یہ کام اپنی بیوی کے علاوہ کسی اور عورت کے ساتھ کرتے تو تم گناہگار نہ ہوتے؟ (معلوم ہوا جہاں نکاح کی علت نہ پائی جائے گی وہاں یہ کام گناہ اور حرام ہوگا) صحابی نے عرض کی جی ہاں ہوتا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جس طرح تمہارے برے کام پر مواخذہ اور گناہ ہوگا اسی طرح خیر کے کام پر اجر ملے گا تو دیکھئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیاس کیا اور محظور کا مقابلہ مباح سے کر کے یہ واضح فرمایا کہ جس طرح محظور کے ارتکاب پر گناہ اور محاسبہ ہوتا ہے اس کے مقابل مباح کے ارتکاب پر اجر ملتا ہے۔

بصیرت کے استعمال کی ترغیب اور ہمت افزائی:

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے دو آدمی جھگڑتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمروؓ ان کے درمیان فیصلہ کرو، انہوں نے عرض کی اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھ سے زیادہ اس کے حقدار ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اس کے باوجود تم کرو، انہوں نے عرض کی اس فیصلے پر مجھے کیا ملے گا؟ میں کیونکر فیصلہ کروں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم نے ٹھیک فیصلہ کیا تو تمہارے لئے دس نیکیاں ہیں اور اگر تم نے اجتہاد کیا اور اس میں بھول چوک ہوئی تو تمھیں ایک نیکی ملے گی۔ عقبہ بن عامر سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

شرائط صلح کی پابندی میں قیدی صحابی کی فقہی بصیرت:

صلح حدیبیہ ۶ھ کے بعد حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ جب مشرکین کے چنگل سے بھاگ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئے تو صلح حدیبیہ کی شرط کے مطابق قریش نے دو آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجے تو انہوں نے مطالبہ کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شرط کے مطابق ابو بصیر کو واپس کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں واپس کیا جب مدینہ سے باہر نکلے تو ابو بصیر نے ان میں سے ایک کو جان سے مار ڈالا اور دوسرا بھاگ کر واپس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گیا اور ابو بصیر کے کارنامے کی خبر دی ابو بصیر سیف البحر (ساحل سمندر) جا پہنچے۔ یہ خبر جب مکہ میں کچھ مسلمانوں کو ملی تو وہ بھی ابو بصیر سے جا ملے اور مشرکین پر حملے شروع کئے۔ ابو بصیر اور ان کے ساتھی یہ کام اپنے اجتہاد سے کرتے رہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر کوئی نکیر اور گرفت نہیں کی اس لئے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدود وشرائط سے خارج تھے)۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مکہ کے مسلمانوں کو جو خط ابو بصیر سے جا ملنے کے لئے لکھا تھا وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے نہیں لکھا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نکیر بھی نہیں کیا اور نہ ابو بصیر کے کافر کو قتل پر کوئی گرفت کی اور نہ ان کے قیام ساحل سمندر پر کوئی باز پرس کی، نہ ان سے جا ملنے والوں پر کچھ گرفت کی۔ اس لیے یہ ان کی فقہی بصیرت اور اجتہادی فکر ونظر کا نتیجہ ثمرہ تھا اور درست تھا۔

نماز کی امامت میں فقہی بصیرت:

اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

قوم وقبیلے میں جو سب سے بڑا قاری ہو وہ

امامت کرے اور قرات میں سب برابر ہوں تو جو ان میں سنت کا سب سے بڑا عالم ہو وہ امامت کرے۔ چنانچہ وہ ہم رتبہ اور قریب قریب میں سے ایک کو زیادہ بڑا قرار دینا اجتہادی امر ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے یہ فرمانا کہ تم اپنی کمزور قوم کے امام ہو' لہٰذا کمزور ترین کی اقتداء کا خیال رکھو! کمزور ترین کو جاننا اجتہادی طریقے سے ہی ہو سکتا ہے۔

نماز میں شک اور فقہی بصیرت سے فیصلہ:

اسی طرح نماز کے اندر شک میں مبتلا شخص کا ظن غالب پر عمل کرنا یہ بھی ایک اجتہادی امر ہے۔

امان و سفارش:

اسی طرح حضرت عثمان کے دودھ شریک بھائی عبداللہ بن ابی سرح کا واقعہ ہے جن کے قتل کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دے دیا پھر بھی حضرت عثمان نے انہیں "امان دی اور انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لا کر بیعت کی سفارش کرتے رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس خیال سے کہ قتل کا حکم دیا جا چکا ہے کوئی اسے آ کر قتل کر دے کچھ دیر رکے رہے۔ جب کوئی آگے نہ بڑھا تو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بیعت کر لیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی "امان دہی اور سفارش" اجتہادی کام تھا۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر نکیر نہیں کی۔

میدان جنگ میں انتخاب امیر:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ موتہ ۸ھ میں لشکر روانہ کیا تو فرمایا تھا کہ جعفر بن ابی طالب (۸ھ/۶۲۹ء) شہید ہو جائیں تو زید بن حارثہ کو (۸ھ/۶۲۹ء) امیر لشکر بنایا جائے یہ شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ (۸ھ/۶۲۹ء) کو امیر بنایا جائے' یہ بھی شہید ہو گئے تو لشکر بغیر امیر لشکر رہ گیا' یہاں صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق اپنی فقہی بصیرت سے حضرت خالد بن ولید (۲۱ھ/۶۴۲ء) کو امیر لشکر چن لیا' جب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں اس امر کی اطلاع کی گئی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اجتہادی عمل کو درست قرار دیا۔

طہارت میں پانی پر قادر نہ ہونے میں فقہی رہنمائی:

اسی طرح غزوۂ ذات السلاسل ۷ یا ۸ ہجری میں سردی کی رات' حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو احتلام ہو گیا چنانچہ انہیں یہ ڈر ہوا کہ اگر میں نہایا تو ہلاکت کا خطرہ ہے۔ تیمم کیا اور صبح (فجر) کی نماز پڑھائی صحابہ کرام نے اس واقعہ کا تذکرہ رسالت مآب سے کیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن العاص سے فرمایا:

یا عمرو صلیت باصحابک وانت جنب

اے عمرو! تم نے احتلام کی حالت میں اپنے رفقاء کو نماز پڑھا دی.....؟

حضرت عمرو فرماتے ہیں) نہ نہانے کی میں نے وجہ بتائی اور عرض کیا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قیاس شرعی کو تسلیم کیا' نہ کوئی گرفت کی نہ ملامت کی اور تقریراً آپ نے ان کے اجتہاد اور فقہی بصیرت کو درست قرار دیا۔ یہاں حضرت عمرو بن العاص نے جان کی ہلاکت کی صورت کو تیمم کے جواز کی صورت پر قیاس کیا' کیونکہ دونوں صورتوں میں علت مشترکہ پانی کے استعمال پر قادر نہ ہونا ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دو شخصوں نے تیمم کر کے نماز پڑھی پھر اسی وقت کے رہتے رہتے پانی مل گیا' ایک نے وضو کر کے نماز لوٹائی۔ اور دوسرے نے نماز نہیں لوٹائی۔ پھر ان دونوں نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں جا کر یہ واقعہ بیان کیا اور اس کے متعلق حکم پوچھا۔

جس شخص نے نماز نہیں لوٹائی اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے سنت کے مطابق عمل کیا' تم نے جو نماز) پڑھی وہ کافی ہو گئی اور دوسرے شخص سے فرمایا کہ تم کو ثواب کا پورا حصہ ملے گا۔ یعنی تم نے دونوں نمازوں کا ثواب پایا۔ (اس نے اپنے اجتہاد کی وجہ سے دوہرا اجر پایا) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خندق ۵ھ (جب جنگ ہو چکی) یوں فرمایا تم میں ہر شخص عصر کی نماز بنی قریظہ کے پاس پہنچ کر پڑھے۔ اب نماز کا وقت راستے میں آ پہنچا۔ تو بعض نے کہا ہم تو جب تک بنی قریظہ کے پاس نہ پہنچ لیں گے۔ عصر کی نماز نہیں پڑھیں گے۔ بعض نے کہا ہم نماز پڑھ لیتے ہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا یہ مطلب نہ تھا کہ ہم نماز قضا کریں پھر بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں اس واقعہ کا ذکر آیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی پر خفگی نہیں کی ہر ایک کے عمل کو درست قرار دیا۔

عہد رسالت میں دو مجتہد کی اجتہادی آراء:

نماز کا وقت راستے میں ہو گیا تو صحابہ رضی اللہ عنہم میں دو جماعت ہو گئیں ایک نے راستے میں وقت پر نماز ادا کی اور دوسری جماعت نے بنی قریظہ میں وقت نکل جانے کے بعد نماز پڑھی۔ دونوں کا انداز فکر و نظر جداگانہ تھا۔ ایک جماعت کی رائے تھی کہ نماز وقت پر ادا کرنے کا حکم ہے۔ لہٰذا نماز کا وقت راستے میں آ گیا ہے۔ یہیں ادا کرنا ہے۔ دوسری جماعت نے بنی قریظہ میں جا کر نماز پڑھی۔ دونوں کی نیت بخیر تھی' اس لئے کسی پر ملامت و گرفت نہ کی۔

اس انداز تربیت سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ مجتہد ہر اس مسئلے میں جس میں نص موجود نہ ہو اپنی فقہی بصیرت پر عمل کر سکتا ہے اس کی رائے درست نہ ہو تو بھی اس سے مواخذہ نہ ہوگا۔ بلکہ حق کی جستجو میں جو کوشش کی ہے اس کا ایک اجر ملے گا۔

جیسا کہ دوسری حدیث سے ثابت ہے۔

قاضی عیاض مالکی حدیث مذکور کی شرح میں رقم طراز ہیں۔

ترجمہ:.....اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ فروعی مسائل میں (مجتہد سے) بھول چوک معاف ہے۔ ان فروعی مسائل میں سے جس مسئلے (کے تیمم) تک مجتہد کا اجتہاد اسے پہنچائے۔ اس میں مجتہد کی ملامت و گرفت نہیں کی جائے گی۔ اس کے برعکس اصول کے مسائل (یعنی عقائد) میں معاف نہیں۔ اور یہ مذکورہ بالا صورت میں جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی نظر میں دلائل متعارض ہو گئے۔

چنانچہ نماز کو اپنے وقت پر پڑھنے کا حکم تو اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ نماز کو بنی قریظہ پہنچنے سے پہلے ادا

کیا جائے ..... اور ..... ان لا یصلی الا فی الارض بنی قریظہ ..... کا حکم اس امر کو چاہتا ہے نماز وقت نکلنے کے بعد بنی قریظہ میں پڑھی جائے تو کون سے ظاہر کو مقدم کیا جائے اور کون سے عام پر عمل کیا جائے ......؟

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ المتوفی 544ھ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد بنی قریظہ تک پہنچنے میں جلدی کرنا تھا نفس نماز کو موخر کرنا' اس میں سستی اور کوتاہی کرنا مراد نہ تھا۔ جس نے اس مفہوم کو لیا اس نے نماز کے فوت ہونے کے اندیشے سے نماز وقت میں ادا کی اور جس نے ظاہر لفظ کو لیا' مقصود کو نہ سمجھا اس نے اس پر عمل کیا اور نماز موخر کی تو اس حدیث میں دونوں مکاتب فکر کی دلیل موجود ہے۔ جو مکتبہ فکر ظاہر الفاظ پر عمل کا قائل ہے اس کی بھی دلیل ہے اور جو مکتبہ فکر منشا و مقصد (بات کی تہہ تک پہنچنے) کا خوگر ہے اس کی بھی دلیل موجود ہے۔

امام محی الدین یحیٰ بن شرف نووی (المتوفی 676) فرماتے ہیں۔

ترجمہ:..... نماز کا وقت تنگ ہو جانے کی وجہ سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں نماز اپنے وقت میں ادا کرنے یا اس میں اتنی دیر کرنے میں قضا پڑھنی پڑے اختلاف ہوا۔ اس اختلاف کا سبب یہ تھا کہ شریعت کے دلائل ان کی نظر میں متعارض ہو گئے۔ اس طرح کہ نماز کو وقت پر ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لا یصلین احدا العصر او الظھر الا فی بنی قریظہ ..... کا ایک مفہوم یہ ہے کہ بنی قریظہ کی طرف جانے میں جلدی کی جائے اور جلدی پہنچنے میں کوئی چیز مانع نہ ہو محض نماز کی تاخیر مقصود نہیں۔ لہٰذا بعض صحابہ نے "لا یصلین" کے معنی و منشاء کے پیش نظر وقت پر نماز پڑھی اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے ظاہر الفاظ پر عمل کیا اور بنی قریظہ میں جا کر نماز پڑھی۔

اس واقع کا ذکر جب بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں کیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے کسی فریق پر نہ گرفت کی نہ ملامت کی' کیونکہ ہر فریق نے اپنے اجتہاد پر عمل کیا اس لئے اس حدیث سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔

۱..... ظاہر الفاظ پر اور ۲..... قیاس رائے پر عمل کرنا۔ یہ دونوں درست ہیں۔

چنانچہ اس حدیث میں لوگوں کی دلیل بھی پوشیدہ ہے۔ جو اجتہاد و قیاس کے قائل ہیں۔ اور معنی و منشا کا خیال رکھتے ہیں اور اس فریق کی دلیل بھی موجود ہے' جو ظاہر الفاظ پر عمل پیرا رہتے ہیں نیز اس میں اس بات کی بھی دلیل ہے۔ کہ مجتہد کو اس کے اجتہاد پر عمل کرنے میں ملامت نہیں کی جائے گی' جب کہ اس نے حق کی جستجو میں پوری کوشش کی ہو۔

اس حدیث پر علامہ ابن قیم الجوزیہ (۷۵۱ھ ۱۲۹۱ء) نے سیر حاصل بحث کی ہے وہ بھی ہدیہ ناظرین ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

فقہاء کا اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ ان دونوں فریقوں میں سے کونسا فریق زیادہ حق سے قریب رہا ہے؟ فقہاء کی ایک جماعت کہتی ہے: کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے نماز موخر کی وہ اپنے اجتہاد میں حق سے قریب رہے۔ اگر ہم ان کے ساتھ ہوتے تو ہم بھی ایسا کرتے' جیسے انہوں نے نماز موخر کی اور ہم بھی بنی قریظہ میں نماز پڑھتے' تاکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم:

لا یصلین احد العصر الا فی بنی قریظہ

پر عمل پیرا رہتے نہ فی الفور نماز نہ پڑھتے۔ اور فقہا کی دوسری جماعت کا قول یہ ہے کہ جن صحابہ رضی اللہ عنہم نے راستے میں اپنے وقت پر نماز پڑھی انہوں نے سبقت کی فضیلت حاصل کی' اور دونوں فضیلتوں سے سرفراز ہوئے' اس لیے کہ انہوں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو: ۱۔ جلد از جلد پورا کرنے کی کوشش کی۔ ۲۔ اور اپنے وقت پر نماز پڑھنے میں سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا جوئی کی خاطر جلدی کی۔ ۳۔ پھر قوم کے ساتھ چلنے میں بھی جلدی کی۔ تو انہوں نے جہاد کی فضیلت بھی پائی' نماز کو اپنے وقت پر پڑھنے کی فضیلت بھی حاصل کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منشا کو پانے میں بھی کامیاب رہے یہ جماعت دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے زیادہ فقیہ تھی اور خاص کر یہ نماز تو عصر کی نماز تھی اور یہی صلوٰۃ الوسطیٰ ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس صحیح صریح نص کی وجہ سے' جس کا کوئی معارض نہیں اور اس میں کوئی طعن بھی نہیں۔ نماز عصر کی پابندی کرنے اس میں تاخیر نہ کرنے' اس کو جلدی پڑھنے کے متعلق حدیث میں تاکید آئی ہے۔ اس کے متعلق یہ حدیث بھی موجود ہے کہ جس سے یہ نماز فوت ہوئی گویا کہ اس کے اہل و عیال اور مال سب برباد ہو گئے' اس کا عمل ضائع ہو گیا۔ پس جو تاکید اس نماز کے متعلق آئی ہے اس جیسی تاکید اس کے سوا دوسری نمازوں کے متعلق نہیں آئی۔ بہر حال! جن حضرات نے نماز موخر کی ان کے پاس بھی نماز موخر کا عذر موجود ہے۔ ان کو ایک اجر ملے گا' یہ اس لئے ملا کہ انہوں نے ظاہر نص کو نہیں چھوڑا ان کی غرض اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تکمیل تھی اس لئے حق تک رسائی میں ان دونوں میں سے کوئی بھی خطا کار نہیں۔ بلکہ جن صحابہ نے راستے میں نماز پڑھی انہوں نے دونوں دلائل موافقت اور تطبیق کی دونوں فضیلتوں کو حاصل کیا۔ اس لئے ان کے لئے دوہرا اجر ہے' دوسرے حضرات بھی اجر کے مستحق ہیں۔

آپ نے دیکھا کہ جس جماعت نے نماز وقت پر ادا کی اس نے اپنی فقہی بصیرت سے گونا گوں اجر کس خوبی سے سمیٹے! یہی وہ راز ہے جس کی بنا پر فقیہ اللہ تعالیٰ کے یہاں محبوب و پسندیدہ ہوتا ہے۔ اور اس کا مرتبہ دوسروں سے بلند تر رہتا ہے۔

رسول اللہ (ﷺ) کا اپنی رائے کے بجائے صحابہ کی رائے سے اتفاق:

غزوۂ احزاب میں مسلمانوں پر جب جنگ کا معاملہ پریشان کن ہو گیا اور کفار (کے لشکر) میں مکہ کے لوگوں کی ایک جماعت ان کی معاونت کر رہی تھی۔ ان کے سردار عیینہ بن حصن اور ابو سفیان بن حرب تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیینہ کے پاس ایک قاصد بھیجا اور فرمایا: تو اور تیری قوم (کفار کی نصرت و مدد چھوڑ کر) مکہ لوٹ جائے تو تمہارے لئے مدینہ کے پھلوں کا تیسرا حصہ ہوگا تو اس نے صاف انکار کر دیا' مگر یہ کہ آپ ہمیں آدھے پھل دیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملے میں انصار سے مشورہ کیا اور ان میں قبیلہ اوس و خزرج کے سردار حضرت سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما بھی تھے تو ان دونوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اس بات کا حکم اللہ نے دیا ہے یا آپ کی ذاتی رائے ہے؟ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: نہیں، بلکہ یہ میری اپنی رائے ہے۔ تو انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ان مکہ والوں کو خرید وفروخت اور مہمان داری کے علاوہ مدینہ کے پھل نہیں ملتے پھر جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام کی بدولت عزت عطا فرمائی ہے تو ہم ان کو کوئی گزری چیزیں بھی نہیں دیں گے ہمارے اور ان کے درمیان میں (فیصلہ کن چیز) صرف تلوار ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات سے سرور ہوئے۔ پھر ان کی طرف سے صلح کے لئے آئے ہوئے لوگوں سے کہا جاؤ! اب تو ہم ان کا تلوار سے ہی فیصلہ کریں گے۔

رائے کے استعمال پر اظہار مسرت:

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جب یمن کی طرف (قاضی بنا کر) بھیجا تو پوچھا! (جب تمہارے سامنے کوئی مسئلہ آئے گا) کیسے فیصلہ کرو گے؟ عرض کیا کتاب کے موافق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا! اگر کتاب اللہ میں نہ پاؤ؟ عرض کیا ارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے موافق سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر پوچھا! اگر سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ ملے؟ عرض کی اپنی رائے واجتہاد سے فیصلہ کروں گا۔ تو سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے (اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے) فرمایا: جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول وسفیر کو ایسی چیز کی توفیق عنایت فرمائی جس کو اللہ کا رسول پسند کرتا ہے۔ ثابت ہوا کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو غیر منصوص مسائل میں اجتہاد کی اجازت عطا کی تھی' اس حدیث کو عوام وخواص میں قبول عام حاصل ہے اور اہل علم کے یہاں اس حدیث کو بغیر کسی انکار ورد کے شہرت حاصل ہے نیز (یہ بھی ملحوظ خاطر رہے) کہ بیشتر راویوں نے اس حدیث کو مرسل روایت کیا ہے اور مرسل ہمارے (حنفیہ) یہاں مقبول اور قابل حجت ہے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے ارشاد اجتہد برائی کی تشریح صحیح البخاری وسنن ابی داؤد کے اولین شارح امام ابوسلیمان الخطابی المتوفی 388ھ نے ان الفاظ میں کی ہے۔

ترجمہ:..... "اجتہد رائی" سے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی مراد وہ اجتہاد ہے جس میں قیاس کے ذریعہ غیر منصوص مسئلے کے حکم کو قرآن وسنت کے معنی ومنشاء کی طرف لوٹایا جائے نہ کہ اس رائے کی جو محض نفسانی خواہش کی بنا پر ظاہر ہو یا وہ رائے جو قرآن وسنت کی اصل کے بغیر یوں ہی دل میں کھٹکنے لگے۔ یہ حدیث قیاس کے ثبوت کی دلیل ہے۔ نیز اس امر کی دلیل ہے کہ قیاس جو حکم ثابت کرتا ہے اس پر عمل کرنا ضروری اور واجب ہے۔

فقہا محدثین میں حافظ ابن کثیر المتوفی 774ھ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث کے ماخذ وسند کے متعلق فرماتے ہیں:

هذا الحديث في المسند والسنن باسناد جيد

یہ حدیث مسند احمد اور سنن کی کتابوں میں عمدہ سند کے ساتھ آئی ہے۔

فقہی بصیرت سے صحابہ کرام کی آراستگی:

اکثر وبیشتر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس صفت سے آراستہ تھے اور اس صفت کے اصل مصداق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام ہیں۔

چنانچہ شیخ الاسلام ابواسحاق شیرازی شافعی المتوفی 476ھ طبقات الفقہاء میں رقم طراز ہیں۔

ترجمہ:..... اس حقیقت کو سمجھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر وبیشتر صحابی جنہوں نے ان کی صحبت اٹھائی اور ان سے وابستہ رہے وہ سب فقیہ ہیں اور بلاشبہ یہ فقہ (شریعت کو سمجھنے سمجھانے) کا طریقہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حق میں آیا ہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے خطاب (امر ونواہی) اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب سے جو کچھ سمجھا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال واعمال اور تقریرات (معرض بیان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سکوت کرنے اور نکیر نہ کرنے) کو جانا سمجھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا خطاب ہے۔ وہی قرآن کریم ہے جو انہی کی زبان میں ہے۔ ان اسباب کی وجہ سے جنہیں یہ جانتے اور ان واقعات کے تحت جو ان کے سامنے پیش آئے تھے یہ ان سے واقف تھے' اتارا گیا انہوں نے نوشتہ وحی کو سمجھا اس کے منشاء ومطلب کو سمجھنے کی کوشش کی اور اس کے صریح اور غیر صریح احکام کو سمجھا۔ ابوعبید قاسم بن سلام (المتوفی 224ھ) نے "کتاب المجاز" میں کہا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی صحابی سے منقول نہیں کہ اس نے قرآن کی کسی صریح وصاف بات کو سمجھنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رجوع کیا ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب ان سے انہی کی زبان میں ہوتا تھا وہ اس کے معانی ومطالب کو جانتے اس کی ہر بات کو سمجھتے تھے۔ اس کے مقصد کو سمجھنے کی کوشش کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ افعال جن کا تعلق عبادات' معاملات' عادات واطوار اور سیاسیات سے ہے ان سب کا انہوں نے مشاہدہ کیا' دیکھا اور سمجھا تھا اور جو باتیں ان کے سامنے بار بار آتی تھیں ان کی گہرائی تک پہنچتے تھے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق فرمایا:

اصحابی كالنجوم بايهم اقتديتم اهتديتم

"میرے صحابہ رضی اللہ عنہم ستاروں کی طرح رہنما ہیں تم جس کی پیروی کرو گے رہنمائی پاؤ گے"

اس لئے جو کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اقوال میں جو صحابہ رضی اللہ عنہم نے نقل کئے ہیں غور وفکر کرے گا اور ان اعمال میں جن کا تعلق عبادات وغیرہ میں سے ہے نقل کرے گا وہ ان کے علم ودانش' فہم وفراست اور فضل وکمال کی طرف اپنے آپ کو مجبور ومحتاج پائے گا۔ یاد رہے بات ہے کہ ان اکثر وبیشتر صحابہ رضی اللہ عنہم میں وہ صحابہ جنہیں فتویٰ دینے' حلال وحرام سے بحث کرنے (اور مشکل مسئلوں کا حل نکالنے) میں شہرت حاصل تھی وہ ایک مخصوص جماعت تھی۔

عہد رسالت میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعداد:

عہد رسالت میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی کل تعداد ایک لاکھ چودہ ہزار تھی۔ ان میں اکثر وبیشتر فقیہ تھے۔ لیکن ہر صحابی مجتہد نہ تھا اور نہ وہ اپنے آپ کو فتویٰ دینے کا اہل سمجھتا اور نہ اسلامی معاشرے میں اس کو اس اہم ذمہ داری کا اہل سمجھا جاتا تھا۔

☆☆☆

﴿قرآن کا قانون موثر ہے﴾

میں نے بائبل کو بغور پڑھا میں سمجھتا ہوں کہ قرآن کا قانون بائبل کی نسبت زیادہ موثر اور دلوں میں اتر جانے والا ہے۔

﴿ذین اسٹیمی لندن﴾

CS CamScanner

تاریخ اسلام کی روشنی میں

مسلمانوں کا عروج وزوال

حافظ ارشاد احمد دیوبندی

مسلمانوں کا عروج وزوال اپنے اندر عبرت وبصیرت، عظمت ونصیحت کی ہزاروں داستانیں پنہاں رکھتا ہے جب بھی کسی قوم نے اپنی بنیادی تعمیر وترقی میں اس عبرت کو شمع راہ بنایا وہ قوم ہمیشہ کامیاب وکامران ہو کر رہی۔ دنیا آج تک اس حقیقت پر سخت حیران ہے کہ مٹھی بھر غیر متمدن، جاہل، گنوار اور عرب کے بدوؤں نے کیسے اور کس طرح چشم زدن میں پوری دنیا کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔ انہیں اجڈ، گنوار اور جاہل رکھنے میں فطرت نے بھی ان کی بہت ہی مدد کی جبکہ وہ ہر جانب سے قدرتی حصار میں محبوس تھے ہر جانب سے سمندر نے ان کو گھیر رکھا تھا۔ ایک جانب سے گھنے صحرا اور ریگستان نے انہیں قدرتی طور پر متمدن اقوام سے علیحدہ کر دیا تھا وہ ایک بے آب وگیاہ ریگستان میں گمنامی اور ذلت کی زندگی گزارنے پر مجبور تھے۔ ان کے جماعتی انتشار اور غیر منظم معاشرت کا یہ حال تھا کہ کبھی ان کی کوئی حکومت نہ بن سکی اور ان کی پسماندہ حالت افلاس اور گنوارپن کو دیکھ کر کسی ہمسایہ ملک نے بھی کبھی باقاعدہ طور پر انہیں اپنے زیر نگیں رکھنے کا خیال نہیں کیا بلکہ دنیا ان کو گنوار، جاہل اور غیر مہذب سمجھتی تھی ان کی زندگی کا دارومدار اس بے آب وگیاہ صحرا میں اونٹوں اور بکریوں کی پرورش پر ہی تھا۔ اور اسی میں وہ مگن اور خوش خوش تھے۔ اسی کو انہوں نے اپنے باطل اور فرضی معبودوں کے عطیات کی انتہا سمجھا ہوا تھا۔ مصر اور شام کے پررونق بازاروں میں وہ جب جاتے تو وہ لوگ ان کو بڑی ذلت آمیز نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ ان بدوؤں کی وضع قطع لباس چال ڈھال آداب واطوار طور طریقہ وہ سب کا بڑا مذاق اڑایا کرتے تھے۔ ان کی تہذیب کلچر اور اجزائے زندگی اور معاشرت کے ترکیبی عناصر میں صرف ان کی فطرت، شرافت، بہادری ان کے گھوڑوں اور ان کی شاعری کے متعلق بڑے عجیب وغریب تاریخی کتب میں تذکرے ملتے ہیں جو ایک خالص دیہاتی اور غیر متمدن قوم کی خصوصیات میں سے ہیں۔ آپ ان کے متعلق ان کے ہمسایہ ممالک کی آرا بھی ملاحظہ فرمایئے۔ جو تاریخ کے اوراق میں اب تک بھی محفوظ ہیں اور کبھی بھی کسی عربی یا عجمی نے ان واقعات کی تردید نہیں کی۔ بلکہ ہماری معلومات کے مطابق اضافہ ہی کیا ہے۔

جناب حافظ ابن کثیر دمشقی نے اپنی بہت مشہور کتاب بلکہ بندہ کی مصدقہ معلومات کے مطابق تاریخ کے مصدقہ واقعات کی ترجمان "البدایہ والنہایہ" میں بزرگوں اور زعماء کے دربار میں مسلمان قاصدوں کی گفتگو نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ یزدگرد نے سلسلہ کلام شروع کرتے ہوئے لکھا ہے:

ترجمہ:...... جہاں تک مجھے معلوم ہے تم دنیا میں سب سے زیادہ زبوں حال تھے تمہاری تعداد بھی بہت تھوڑی تھی اور آپس کی خانہ جنگی اور باہمی اختلاف وافتراق میں تم آپ ہی کی اپنی نظیر تھے بوقت ضرورت ہم تمہاری سرکوبی کے لئے صرف قرب وجوار کے دیہاتوں کو حکم دیتے تھے اور پھر وہی تمہارے لئے کافی ہوتے تھے۔ ہمیں کبھی تمہارے لئے اپنی فوج بھیجنے کی ضرورت نہیں پڑی اب بھی ایران تم سے جنگ نہ کرے گا اور نہ اس خیال میں رہو کہ تم ایران کا مقابلہ کر سکو گے۔ اب اگر تمہاری تعداد کچھ زیادہ بھی ہو گئی ہے تو تمہیں قطعا مغرور نہیں ہونا چاہیے۔ اس لئے کہ ہمارے لئے تم اب بھی بہت تھوڑے ہو اور اگر تم بھوک اور فاقہ کشی سے پریشان ہو کر آئے ہو تو ہم تمہارے لئے راشن مقرر کر دیں گے تاکہ تمہارے معاشی بگڑے ہوئے حالات درست ہو جائیں اس صورت میں تم اکرام واعزاز اور احترام کے ساتھ واپس چلے جاؤ گے اور تمہارے اوپر ہم ایسے شخص کو حاکم مقرر کر دیں گے جو تمہارے ساتھ ہر حالت میں نرمی کا برتاؤ کرے گا۔ ایرانی بادشاہ یزدگرد کی یہ گفتگو سن کر مسلمانوں کے سفیر صحابی رسول جناب مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب یوں ارشاد فرمایا ــــــ "اے بادشاہ تو نے جو کچھ ہمارے لئے بیان کیا ہے واقعہ یہ ہے کہ ہماری قوم کی برائیوں کا تم کو پورا پورا علم نہیں ہے۔ ورنہ ہماری حالت تو اس سے بھی زیادہ بگڑی ہوئی تھی جس کا تذکرہ تم نے کیا ہے۔ دنیا میں کوئی بھی قوم اتنے بُرے حال میں نہ ہو گی ہم میں فقر وفاقہ اور افلاس اس حد تک پہنچ چکا تھا کہ زمین کے کیڑے مکوڑے اور سانپ بچھو تک ہم کھا لیتے تھے اور ایسی زہریلی چیزوں کو ہم اپنی غذا سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ پھیلائی زمین ہی ہمارا بچھونا گھر تھا اونٹ، بھیڑ اور بکریوں کی کھال سے جو کپڑا ہم بنا لیتے تھے وہی ہمارا لباس ہوا کرتا تھا۔ ایک دوسرے کو باہم دگر قتل کر ڈالنا یہ ہمارا دستور تھا زبردستوں کا زیر دستوں کو ستانا اور زور آوروں کا کمزوروں کو دبا دینا ہمارا طریقہ اور نصب العین تھا۔ ہم میں سے بعض لوگ جہالت سے اپنی لڑکیوں کو اس خوف سے کہ انہیں کھانا کھلانا پڑے گا اور داماد بھی بنانا پڑے گا زندہ درگور کر دیا کرتے تھے۔ بے شک ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ہمارا یہی حال تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص الخاص نیک بندہ کو نبی ورسول اور اپنا آخری پیغمبر بنا کر ہماری طرف بھیجا۔ اسی کتاب میں یعنی البدایہ والنہایہ میں ایک اور مقام پر حضرت حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں...... ایرانی سردار نے مسلمانوں میں سے ایک شخص کو گفتگو کرنے کے لئے بلا بھیجا مسلمانوں کی طرف سے سیدنا حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے۔ ایرانی دربار قیمتی ساز وسامان سے سجایا گیا تھا۔ ایرانی سردار بڑی شان وشوکت سے ایک عجیب تخت پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے بڑے حقارت آمیز طریقہ سے عربوں کا ذکر کیا پہلے ذکر کر دیا ہے۔ پھر اس نے بڑے غرور سے اس مشہور صحابی رسول کو حکمرانہ لہجے میں کہا کہ اب تم فوراً واپس چلے جاؤ تو

ایسی صورت میں ہم احتساناً کوئی تعارض نہ کریں گے اور اگر تم ضد کرو گے تو ہم تمہیں گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیں گے...... اور کسریٰ کے پاس جب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مکتوب گرامی روانہ فرمایا تو کسریٰ پرویز نے نہایت ہی تحقیر کے ساتھ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوب گرامی کو پھاڑ ڈالا اور کہا (العیاذ باللہ) میرا غلام ہو کر مجھے اس طرح مخاطب کرتا ہے پھر اس نے یمن کے اپنے نائب کو لکھ بھیجا کہ اپنے پاس سے دو طاقتور آدمی اس شخص کی طرف (حضرت نبی کریم کی طرف) بھیج دو کہ اس کو گرفتار کر کے میرے پاس لے آئیں۔ یہ اشخاص گرفتار کرنے کے لئے بھی گئے مگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے بادشاہ پرویز کو اس کے حقیقی لڑکے نے کل قتل کر دیا ہے۔ اب اس کی نائب اس کی بیٹی کو بنایا گیا ہے مگر جس ملک کی باگ ڈور امارت عورت کے پاس ہو وہ ملک کبھی کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکتا۔ (الحدیث)

مگر ان تاریخی شہادتوں سے یہ ضرور واضح ہو جاتا ہے کہ عرب کس درجہ گمنامی میں ذلت آمیز زندگی گزار رہے تھے اور ان کے ہمسایہ ممالک ان کو کس نظر سے دیکھتے تھے۔ لیکن سید المرسلین امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد اس بدو قوم نے اونٹوں اور بکریوں کی گلہ بانی کی بجائے حکومت اور فرمانروائی کی طرف اپنی خالص دینی توجہات کو مرکوز کیا پھر دیکھتے ہی دیکھتے علم، تمدن، تہذیب، حکمرانی، جہاں بانی، حکومت، سلطنت، وغیرہا میں وہ عظیم اور عظیم الشان کارہائے نمایاں انجام دیئے کہ انہیں ملاحظہ کر کے دنیا حیران کر دی پھر مسلمانوں کے مضبوط اور ناقابل تسخیر قلعے عزائم کے سمندر میں قیصر و کسریٰ کے مضبوط ترین قلعے بھی تنکوں کی طرح بہہ گئے۔ ان کے نہایت ہی کمزور تیر جب ٹوٹی ہوئی کمانوں سے چھوٹے تو ایرانی پہلوانوں کی آہنی دیواروں میں ہولناک شگاف پڑ گئے دریاؤں کی ہیبت ناک طغیانیاں ان کے لئے بے حقیقت تھیں۔ وہ گھوڑوں کی ننگی پیٹھ پر سواران میں سے ایسی بے پرواہی کے ساتھ گزر جاتے جیسے وہ اطمینان سے خشکی پر چل رہے ہوں۔ ان اصحاب محمد کے سامنے جوش کھاتے ہوئے سمندر آئے مگر وہ انہیں بھی بڑی بے نیازی سے پھلانگ گئے مضبوط قلعے اونچی فصیلیں سربفلک چٹانیں اصحاب محمد کے نزدیک مٹی کے گھروندوں سے زیادہ وقعت نہ رکھتی تھیں، بڑے بڑے جابر اور فتح مند لشکران کے سامنے نئے نئے ہتھیاروں اور لوہے کے لباسوں میں ملبوس ہو کر بڑی زور دار تیاری کر کے مسلح ہو کر آئے مگر اصحاب محمد نے ان کو بڑی بُری طرح گاجر مولی کی طرح کاٹ کر ان کی لاشوں کے انبار لگا دیئے۔ بڑی بڑی اور اپنے وقت کی سپر طاقت اقبال مند حکومتوں نے اصحاب محمد کے مقابلہ میں اپنی طاقت کا سارا زور پوری قوت صرف کر ڈالی...... لیکن کوئی بڑی سے بڑی سپر طاقت سلطنت اصحاب محمد کے مقابلہ میں لا الٰہ الا اللہ کی صرف ایک ضرب سے پاش پاش ہو کر رہ گئے۔ یہ بڑی سپر طاقتیں اپنے تاریخی لاؤ لشکروں کے باوجود ان اصحاب محمد کے مقابلہ میں صرف اپنا وجود بھی قائم نہ رکھ سکیں۔ ان کی تاریخی اور ذلت آمیز شکستوں کو آج بھی تاریخ کے صفحات میں بڑی وضاحت سے ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ اصحاب محمد نے ہزاروں سال پرانی تہذیب کے مغرور بادشاہوں کو نیست و نابود کر ڈالا آج بھی تاریخ کے صفحات میں ان کی ذلت آمیز کہانیاں لوگ برائے عبرت پڑھتے ہیں۔ خود اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان مقدس ہے کہ اصحاب محمد کے مقابل ہم نے ان لوگوں کو ایک کہانی بنا دیا اور ان لوگوں کو بہت بُری طرح ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ عرب قوم کے اندر اتنی بہت قلیل مدت میں ایسے حیرت انگیز انقلاب نے ان مورخین، فلسفیوں کو جو اقوام عالم کے عروج و زوال کو مادی نقطہ نظر سے دیکھنے کے عادی تھے مبہوت اور ششدر بنا کر رکھ دیا۔ ان کی سطحی عقل ان اسباب کی کھوج لگانے میں ناکام اور عاجز ہو کر رہ گئیں۔ جن کی بنا پر اصحاب محمدؐ کو یہ فتوحات نصرت اور بھرپور کامیابی اللہ تعالیٰ کی خاص الخاص امداد سے حاصل ہوتی رہی وہ ہر اس جنگ کے متعلق جس میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک چھوٹی سی معمولی تعداد نے ناقص آلات حرب سے تقریباً نا مسلح ہونے کی مانند مشرکین اور دشمنان اسلام پر طاقتوں اور ٹڈی دل اور مکمل مسلح ہونے کے باوجود صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ان کے پرخچے اڑا دیئے، شکست در شکست کی وہ عجیب و غریب تاویلیں کرنے لگے کبھی انہوں نے اس نوزائیدہ مذہب اسلام کے ماننے والوں کی اس عظیم الشان غیر معمولی فتح کو ان کی فطری شجاعت اور جفاکشی پر محمول کیا اور کبھی ان کی جماعتی تنظیم رواداری اور اپنے امیر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی بے چون و چرا اطاعت پر اس کامیابی کی کڑیاں جوڑیں اور بالمقابل فوج کی بدنظمی، بددلی، انتشار اور ان کی اپنے سرداروں کے حکم کی نافرمانی سے بھی تعبیر کیا۔

اہل اسلام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اس عظیم الشان غیر معمولی فتوحات پر یورپین مورخین نے اپنے جن خیالات و آراء کا اظہار کیا ہے قارئین مناقب صحابہ، فیصل آباد کی معلومات کے لئے چند مختصر ریمارکس حاضر خدمت ہیں ملاحظہ فرمایئے۔

ایک امریکی مصنف اپنی کتاب جدید دنیائے اسلام میں لکھتا ہے تاریخ انسانی میں جس قدر واقعات مذکور ہیں اسلام کے ظہور کا واقعہ شاید ان سب سے زیادہ عجیب ہے اس کا ظہور (ظہور اسلام) اس قوم میں ہوا جو بالکل غیر منظم اور پراگندہ تھی۔ اس ملک میں ہوا جو انحطاط کی آخری حد کو پہنچ چکا تھا لیکن ابھی پوری ایک صدی بھی نہ گزری تھی کہ اسلام بڑے منظم طریق پر نصف کرۂ ارضی پر مکمل طور پر پھیل گیا۔ اس نے (اسلام نے) بلند اور طاقتور ممالک کو زیر و زبر کر کے رکھ دیا۔ قدیم ترین مذاہب کو جو صدیوں بلکہ ہزاروں سال بیشتر وہ قائم تھے اس نے ڈھا دیا۔ انسانوں اور قوموں کی ذہنیتیں فوراً بدل دیں اور اس نے (اسلام نے) ایک نئے عالم کی بنیاد ڈالی جو انتہائی مضبوط اور طاقتور تھا۔

ان کا ایک اور مورخ اپنی کتاب "تاریخ یورپ" میں لکھتا ہے...... جزیرہ نمائے عرب میں کسی عربی سلطنت کا نام و نشان تک نہ تھا وہ کوئی منظم فوج نہ تھی اور نہ ہی ان میں کوئی سیاسی شعور تھا۔ ہاں عرب شاعر ضرور تھے جنگجو بھی تھے تاجر بھی تھے مگر سیاست سے انہیں قطعاً ہرگز ہرگز کوئی واسطہ نہ تھا۔ ان کے ذہن میں اتنی قوت ہی نہ تھی جو ان کو متحد اور منظم کر سکے وہ ایسے مشرکانہ نظام کے تحت اپنی زندگی گزار رہے تھے جو بے حد کمزور اور بے جان تھا۔ لیکن صرف ایک صدی سے بھی کم مدت کی زندگی میں ان وحشی اور اپنی طاقت سے کلی طور پر بے خبر عربوں نے

(باقی صفحہ 50 پر ملاحظہ فرمائیں)

نوجوانانِ ملت کی ذمہ داریاں

قاضی محمد اسرائیل گڑنگی

دوسری و آخری قسط

وہاں کے نوجوانوں کی اسلام کے ساتھ وابستگی کا یہ عالم ہے کہ انہوں نے قرآن و سنت اور مسجد کو اپنا مرکز و محور قرار دیا ہے۔ ان کے چہرے عموماً سنت نبوی سے منور ہیں۔ صوم و صلوٰۃ کے وہ پابند ہیں' ہر گھر سے صبح تلاوت کلام پاک کی آواز آتی ہے۔ ہر مسجد سے پانچوں وقت اذان کی آوازیں بلند ہوتی ہیں۔ عورتوں کو مکمل پردہ کرایا جاتا ہے کوئی عورت پردے کے بغیر گھر سے باہر نہیں جا سکتی۔ حتیٰ کہ ہندو عورتیں بھی ان کو دیکھ کر پردہ کرنے لگی ہیں۔ وہاں نوجوانوں نے ویڈیو سنٹرز اور سینما ہال بند کرا دیئے ہیں۔

غرضیکہ وہاں ہر قسم کے اسلامی احکامات کے مطابق ایک اسلامی معاشرہ قائم کر دیا گیا ہے۔ ان نوجوانوں کی انڈیا سے نفرت کا یہ عالم ہے کہ وہ انڈیا کے جھنڈے کو برداشت نہیں کر سکتے۔ جہاں انڈیا کا جھنڈا لہرا رہا ہو' وہاں فوراً پاکستان کا جھنڈا لہرا دیا جاتا ہے اور جب ہم اس آزاد علاقے کے نوجوان کے کردار کو دیکھتے ہیں تو ہمیں اپنے نوجوانوں کی اکثریت ایسی نظر آتی ہے جو انڈین فلموں اور گانوں کے رسیا ہیں اور انڈین لٹریچر پڑھنا جن کا محبوب مشغلہ ہے۔ جن کی مطالعے کی میزیں تفاسیر قرآن و حدیث اور دیگر اسلامی تاریخی کتب کے بجائے فحش ڈائجسٹ' فلمی رسالوں اور بے ہودہ لٹریچر سے بھری ہوئی ہیں۔ جن کی پسندیدہ ریکارڈنگ میں تلاوت اور اسلامی تقاریر کم اور فلمی انڈین گانے زیادہ ہوں گے اور جن کی ایم سلاڈی روم انڈیا کے فلمی ایکٹروں اور ایکٹرسوں کی تصویروں سے سجے ہوئے ہیں اور جن کے ہیرو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم' صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین یا اسلامی تاریخ کے دیگر کرداروں کی بجائے آج دلیپ کمار' اجتابھ بچن' کمال گرو' سلطان راہی اور منور ظریف ہیں۔ آج ہمارے نوجوان محمد بن قاسم اور طارق بن زیاد' صلاح الدین ایوبی اور خالد بن ولید جیسے نوجوان بننے کے بجائے فلمی ایکٹر بننا زیادہ پسند کرتے ہیں۔

آج ہمارے نوجوان کی حالت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ اگر ان سے اسلامی مہینوں کے نام یا قرآن کے سپاروں کے نام پوچھے جائیں تو ان میں اکثریت کو یاد نہیں ہوں گے۔ لیکن کسی قسم کا کوئی گانا یا کوئی سٹوری پوچھی جائے یا کسی فلمی ہیرو یا ہیروئن کے بارے میں کچھ پوچھا جائے تو بڑی ایکٹنگ اور اداکاری سے فر فر نام گنوا دیں گے۔

انڈیا کے درندے اور گاؤ ماتا کے وہ پجاری جن کے ہاتھ ہمارے اپنے مسلمان بھائیوں کے خون سے لال رنگ کے ہیں وہ انڈیا کہ جس کا ہمارے مقبوضہ وادی کے بہن بھائی نام لینا بھی گوارا نہیں کرتے۔ لیکن ادھر ہمارے نوجوانوں کے انڈیا سے محبت اور تعلق خاطر کا یہ عالم ہے کہ کوئی صبح نہیں ہوتی جس کی ابتدا انڈین نشریات سننے سے نہ ہو۔

ایسا کوئی دن اور رات نہیں گزرتے کہ جس میں ہمارا نوجوان سینما ہال میں جا کر وہاں انڈین فلم نہ دیکھتا ہو۔ وی سی آر اگرچہ اچھی ایجاد ہے۔ اگر اس کو اچھے طریقے سے استعمال کیا جائے لیکن آج ہم نے اس کا استعمال صرف انڈین فلم دیکھنے کے لئے رکھا ہوا ہے۔

آج ہم اپنے گھروں میں اپنی بہنوں' بھائیوں اور والدین کے ساتھ بڑی خوشی سے انڈین فلمیں دیکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے نوجوان انڈین ثقافت کو بہت پسند کرتے ہیں' جو انڈین ثقافت ہی کو نہیں بلکہ ہندو مت کو جس کی بنیاد ہی بے غیرتی اور بے حیائی اور سفاکی پر قائم ہے پسند کرتے ہیں اور اسلامی تعلیمات سے دور ہوتے چلے گئے۔ اسی ثقافتی یلغار کا اثر ہے کہ ہم انڈیا کے ساتھ جنگ کرنے سے ڈر رہے ہیں۔ اور آج ہمارے نوجوان کو مسجد سے زیادہ سینما ہال میں روحانی اور قلبی سکون ملتا ہے۔ ہمارے نوجوانوں کی سرگرمیاں کو دیکھا جائے تو نوجوان ہی میں ہمیں اپنے اساتذہ کی بے عزتی کرتا ملتا ہے۔ کالجوں میں اپنے ساتھیوں سے لڑتا ہے' سیاسی جماعتوں کا آلہ کار بنتا ہے اور تعلیمی ماحول کو خراب کرتا ہے اور پھر بسوں اور ویگنوں سے جگا ٹیکس لیتے بھی نوجوان نظر آتے ہیں۔

آخر ایسا کیوں ہے؟ یہ تمام سوالات ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہیں۔ ہمارا نوجوان جس نے کل اس قوم کی قیادت سنبھالنی ہے ہر نفع و نقصان کا مالک ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ ہمارا نوجوان سویا ہوا ملتا ہے۔ آج مقبوضہ کشمیر میں ہماری مائیں' بہنیں اور بوڑھے باپ چیخ و پکار کر کے فریاد کر رہے ہیں کہ ہمارے لخت جگر اور ہماری زندگی کا سرمایہ ہم سے چھینا جا رہا ہے۔ ہماری بہنیں رو رہی ہیں کہ ہماری عصمتیں لوٹی جا رہی ہیں' ہمارے سروں کے دوپٹے کھینچے جا رہے ہیں۔ ہمارے بھائی مدد کے لئے پکار رہے ہیں لیکن ہم ہیں کہ ہمیں کچھ احساس ہی نہیں۔ ہمارے مائیں بہنیں اس بہن سے زیادہ چیخ و پکار کر رہی ہیں جس کی پکار پر محمد بن قاسم اس کی مدد کو پہنچ آیا تھا۔

لیکن ہم ان ماؤں بہنوں کی پکار سن کر گونگے اور بہرے بن جاتے ہیں۔ ہم پر کوئی اثر نہیں ہوتا' تھوڑا سا غور کرو کہ آخر وجہ ہے کیا.....؟ کہ آج ہم میں محمد بن قاسمؒ' طارق بن زیادہ اور صلاح الدین ایوبی پیدا نہیں ہوتا۔ آخر وہ لوگ بھی ہماری طرح انسان تھے۔ لیکن بات یہ ہے کہ آج ہمارا جذبہ جہاد اور ایمانی غیرت ہندو کلچر کی بھینٹ چڑھ چکی ہے۔ آج وہ مائیں کہاں سے آئیں گی جنہوں نے اپنی مترنم لوریوں سے بچوں کو درس جہاد دیا اور بچہ ذرا چلنے پھرنے کے قابل ہوا تو ان کے ہاتھ میں بیٹ بلے اور اس قسم کے واہیات کھلونے کی بجائے چھوٹی چھوٹی تلواریں اور تیر کمانیں دیتیں' وہ بہنیں کہاں سے آئیں گی جو بھائیوں کی غیرت دینی کو ابھارنے والی

تھیں۔ وہ سہاگنیں کیا ہوئیں جو اپنے سرتاج کو اپنے ہاتھوں سے جنگی لباس پہنا کر ہتھیار سجا کر مجسم ہونٹوں سے میدان کارزار کی طرف رخصت کرتی تھیں۔ وہ مائیں، وہ بہنیں اور وہ سہاگنیں اور وہ کوہ شکن جوان مغربی اور انڈین ثقافت اور بے حیائی اور بے غیرتی کے طوفان کی نظر ہو چکے ہیں۔

آج ہم شوق شہادت سے عاری ہیں۔ موت سے ڈرنے لگے ہیں اور زندگی ہمیں شہادت کی موت سے عزیز لگتی ہے جبکہ موت اور زندگی کا اختیار اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ موت کا جو وقت اور مقام ازل سے متعین ہو چکا کوئی ٹال نہیں سکتا۔ اسی طرح اگر ہم ماؤں بہنوں کا آزادی کشمیر کے حوالے سے کردار کا جائزہ لیں، اکثر قابل مذمت نظر آتی ہیں۔ ایک طرف تو ہمیں مقبوضہ کشمیر کی وہ مائیں اور بہنیں نظر آتی ہیں جو کہ ہندوؤں کے زیر تسلط ہونے کے باوجود اپنی ثقافت اور دینی تہذیب کو زندہ رکھنے کے لئے ہر ممکن کوشش کر رہی ہیں۔ وہ پردے کے بغیر گھر سے باہر قدم نہیں رکھتیں۔ دوسری طرف ہماری وہ مائیں اور بہنیں ہیں جو کہ اپنی تہذیب یعنی پردے کو چھوڑ کر انگریزوں اور ہندوؤں کی تہذیب کو زیادہ پسند کرتے ہیں وہ دوپٹہ جو ان کے سروں کی زینت بننا چاہیے تھا ان کے کندھوں کی زینت بنا ہوا ہے۔

یہ قرآن وحدیث سے اس قدر انحراف کیوں اور یہ تمام حالات وواقعات مسلمانوں کی تاریخ سے ہٹ کر کیوں ہو رہے ہیں۔ کیا ہم نے اپنے معاملات کا عند اللہ جوابدہ نہیں ہونا ہے۔ اگر تھوڑا سا ان حالات کے اسباب پر غور کیا جائے تو یہی نتیجہ سامنے آتا ہے کہ آج کا مسلم اپنی منزل کھو بیٹھا ہے۔

اس نے قرآن وسنت سے رہنمائی لینا چھوڑ دی ہے اسی وجہ سے ہر طرف مسلمانوں پر دشمن کی یلغار ہے۔ مسلمان ذلیل وخوار ہو رہے ہیں۔ ان تمام مسائل کا حل یہی ہے کہ ہم قرآن وسنت سے اپنے تعلقات کو اور مضبوط بنائیں۔ ہمارے ہر قسم کے معاملات زندگی قرآن وسنت کے تابع ہونا چاہئیں۔ قرآن وسنت پر عمل کے بغیر کوئی بھی بلا کسی اور طریقے سے نہیں ٹل سکتی۔ والدین کو ہر قسم کی سرگرمیوں ان کی سوسائٹی مطالعہ اور دیگر ہر چیز پر نظر رکھنی چاہیے۔ نوجوانوں سے گزارش ہے کہ وہ اپنے اندر جذبہ جہاد اور شوق شہادت پیدا کریں۔ اس کے لئے اسلامی لٹریچر کا مطالعہ کیا جائے اور تفاسیر قرآن، کتب حدیث اور اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ اور اپنے ذہن میں یہ یقین پیدا کیا جائے کہ زندگی اور موت صرف خدا کے ہاتھ میں ہے اس کے حکم کے بغیر کسی کو زندگی مل سکتی ہے نہ موت آ سکتی ہے اور موت سے محبت کئے بغیر وہ شوق شہادت پیدا نہیں کیا جا سکتا جو شروع سے مسلمانوں کا طرہ امتیاز رہا ہے۔ اب تحریک آزادی کشمیر کے زوروں پر ہونے کی وجہ سے نوجوانوں کی ذمہ داریاں اور بڑھ گئی ہیں۔ اب نوجوانوں کو وقت کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے مقبوضہ کشمیر کے حالات کے پیش نظر اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنا ہے۔ اور اپنی ترجیحات کو بدلنا ہے، اپنے دل میں جذبہ جہاد اور شوق شہادت پیدا کرنا ہے۔ تحریک آزادی کے شدت اختیار کرنے سے ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنی ذمہ داریوں کو پہچانتے ہوئے ہراول دستے کا کردار ادا کریں۔ حالات اس بات کے متقاضی ہیں کہ تحریک کی ہر لحاظ سے جانی اور مالی مدد کی جائے۔ کیوں کہ اب تحریک آزادی کشمیر **No or Never** کے مرحلے پر پہنچ چکی ہے۔ اگر آج ہم نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تحریک کا ساتھ نہ دیا تو آئندہ آنے والی نسلیں ہم کو کبھی معاف نہیں کریں گی۔

حالات کی خرابی، اپنی تعداد دشمن کے مقابلے میں کم ہونے سے خائف اور مایوس نہ ہوں، اللہ کے بھروسے پر اٹھیے فتح ان شاء اللہ یقینی ہے۔ اگرچہ باطل کی طرف سے دھمکیاں دی جا رہی ہیں لیکن مجاہدین کے مضبوط عزائم اور جذبہ جہاد کو دیکھ کر یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ اسلامی انقلاب کشمیر کا مقدر بن چکی ہے۔

کشمیر کی برف پوش پہاڑیوں سے اسلامی انقلاب کے ابھرتے ہوئے سورج کو اب دنیا کی کوئی طاقت طلوع ہونے سے نہیں روک سکتی۔ باطل تو تمام اس تحریک کو ناکام کرنے کے لئے اکٹھی ہوں لیکن ان شاء اللہ وہ منہ کی کھائیں گی اور اسلامی انقلاب آ کر رہے گا۔ حق غالب ہوگا اور باطل مٹ جائے گا۔ کیوں کہ وہ مٹنے کے لئے ہی ہے۔ لہٰذا اٹھیے اور اپنی ذمہ داروں کو ادا کیجئے کہ مہلت بہت کم ہے۔

بقول شاعر

کھیتوں کو دے لو پانی بہہ رہی ہے گنگا
کچھ کر لو نوجوانوں اٹھتی جوانیاں ہیں

دنیا بھر کے مسلمانوں سے ایک ہندو نوجوان کی فریاد:

بہت ہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سوامی لکشمی پرشاد کی درد بھری فریاد جو انہوں نے اپنی کتاب چاند کے اول میں لکھی ہے نقل کرتے ہوئے قلم کانپ رہا ہے، ہاتھ پر رعشہ طاری ہے، دماغ سوچ میں گم ہے، نگاہ جھک رہی ہے۔ بہر حال آنسو پیتے ہوئے چند جملے نقل کر رہا ہوں بطور دعوت غور فرمائیں۔

"اے مسلمان غور کر تو نے اپنی بدکرداریوں سے اسلام کو، قرآن کو سیدنا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کس طرح رسوا کیا ہے تو اپنے لئے نہیں اللہ کے لئے اسلام کے لئے اس کے پاک قرآن کے لئے اور اس کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اپنی پوزیشن کو صاف رکھو ورنہ یاد رکھو قیامت کے روز کروڑوں غیر مسلم تجھے گھسیٹ کر اللہ کے سامنے واویلا کریں گے اور کہیں گے کہ مولا...... ! ہم تیرے نام کے عاشق تھے اور تیرے سچے دین اور سچے قانون اور حقوق تک پہنچنے نہ دیا۔ بتا اس کا جواب اللہ کی بارگاہ میں کیا دے گا۔ اسلام دنیا میں اس لئے آیا تھا کہ دنیا سے کبر وغرور، جھوٹ، غیبت، بدعہدی، چوری، زنا، جوا، ظلم وفساد ایسے انسانیت کش جرائم سے پاک کر دے نہ اس کے لئے کہ اسی اسلام کے دعویدار مسلمان خود کرنے لگیں۔ غضب خدا کا مسلمان اور راشی، مسلمان اور زانی مسلمان اور چور مسلمان اور بدخو مسلمان اور چوری، مسلمان اور ڈرپوک۔

اگر بیک وقت ایک چیز سیاہ اور سفید دونوں رنگوں کی حامل نہیں ہو سکتی اگر دو اور دو مل کر کبھی تین اور پانچ نہیں ہوتے بلکہ چار ہی ہوتے ہیں۔

بیماری اور تندرستی، سردی اور گرمی، بے عدلی اور انصاف، رحم اور بے رحمی، شقاوت اور مروت یکجا نہیں ہو سکتے تو اسی طرح مسلمان کے ساتھ یہ تمام بدعائیں جمع نہیں ہو سکتیں۔ لہٰذا اے مسلمان اپنے علم کو بلند رکھ اتنا بلند اتنا اونچا کہ اس سے اوپر تمام بلندیاں ختم ہو جائیں۔

کیونکہ رحمۃ اللعالمین کا فرمان ہے کہ میری بعثت ہی اسی مقصد کے لئے ہوئی ہے کہ مکارم اخلاق کو اس

کی بلندیوں تک پہنچا دوں۔

انی بعثت لاتمم مکارم الاخلاق

تاکہ ظالم اور سفاک دنیا تیرے اخلاق سے قائل ہو کر تیرے قدموں میں آئے اور تجھ سے مرہم اعجاز کا پھایا طلب کرے اور تیرا بلند اخلاق اپنے تیرے قرآن پاک، تیرے اسلام اور تیرے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق کی دعوت دیتے گئے۔ تو اسلام کا چلتا پھرتا مبلغ اور اس کی منہ بولتی تصویر ہو تیرا خلق قرآن ہو تو نمونہ ہو دنیا کی بلند ترین ہستی صاحب خلق عظیم کا۔

نوجوانو! بزرگوں کی زندگی تو گزر گئی۔ اب تم اس آواز پر لبیک کہو اور اپنی زندگیوں کا رخ تبدیل کرو۔

قومی ترقی میں جوانوں کا کردار:

نوجوانوں ہی کی محنت سے ملک خوشحال ہوگا۔ بزرگوں کے مشورے اور سرپرستی اور دعاؤں سے ہر قسم کے مقاصد حاصل ہونگے۔ آپس میں اتفاق اور بھائی چارہ پیدا کرنا ہوگا۔ بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر شفقت کو اپنا شعار بنانا ہوگا۔ غلط کاموں سے خود بھی اور دوسروں کو بھی بچانا ہوگا۔

نوجوانو.....! آیئے ظالم کو ظلم سے روکئے جہالت کو علم کی روشنی سے ختم کیجئے۔ علم وقلم سے دنیا بھر میں اچھے کاموں کی تبلیغ کیجئے اور بُرائی کو مٹانے کے لئے اہم کردار ادا کیجئے۔

نوجوانو..... تمہاری جوانی تمہارے پاس اللہ کی امانت ہے۔ اس امانت کو ضائع مت کیجئے۔

اس بارے میں کل قیامت کے دن تم سے سوال ہوگا آج تمہارے پاس وقت ہے۔ اس کی قدر کیجئے۔ جب یہ جوانی ختم ہو جائے گی پھر بہت افسوس کرو گے مگر پھر ہاتھ کچھ نہیں آئے گا۔

"یہ جوانی اور شوق شہادت مرحبا"

نوجوان اور شیطانی دھوکہ:

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تقریر بعنوان طریق اصلاح سے ایک اقتباس نقل کیا جائے جس میں آپ نے نوجوانوں سے فرمایا کہ:

موت کے لئے تیاری کرو جو ہمیشہ کا گھر ہے۔ بعض دفعہ آدمی کو دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوتا ہے کہ ابھی تو جوان ہوں میرے اندر قوت ہے جب بڑھاپا آئے گا تو توبہ کر لیں گے ابھی تو کھانے پینے لہو ولعب اور قوت کا دور ہے۔ موت کے کچھ آثار ونشانات نہیں ہیں۔ جب بڑھاپا آ جائے گا تو بات سامنے آ جائے گی کہ چند دن باقی رہ گئے اس وقت توبہ کر لیں گے۔ اب مزے اڑالیں عیش میں رہیں۔ مگر یہ محض دھوکہ اور شیطانی وسوسہ ہے۔ اس لئے کہ موت کے لئے بڑھاپا، جوانی اور بیماری شرط نہیں ہے۔ بلا بیماری کے آدمی بیٹھے بٹھائے چلا جاتا ہے۔ جوان بھی مرتے ہیں، بچے بھی مرتے ہیں۔ موت کا بازار گرم ہے سب کو آ رہی ہے۔ اس وسوسے کو تب آپ دل میں جگہ دیں کہ بڑھاپے کے بغیر آدمی مرا ہی نہ کرتا۔ کہہ سکتے تھے کہ ابھی موت کا وقت ہی نہیں آیا۔ لیکن جب بڑھاپے سے پہلے موت آ جاتی ہے پھر دل میں یہ خیال کیسے گزرا کہ بڑھاپا آئے گا جب توبہ کر لیں گے۔ کیا خبر کہ بڑھاپا آئے گا بھی یا نہیں۔ یہ اللہ کے علم میں ہے بلکہ اگر آپ غور کریں میں یوں کہوں گا کہ جوان زیادہ مرتے ہیں بوڑھے کم مرتے ہیں۔ جوانی میں موت زیادہ آتی ہے بڑھاپے میں کم آتی ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ آپ مجمعوں کو دیکھیں، بازاروں میں گھومیں آپ کو بوڑھے کم نظر آئیں گے جوان زیادہ نظر آئیں گے۔ یہ اس کی دلیل ہے کہ جوان زیادہ تر مرتے ہیں۔ اس واسطے کہ سارے بوڑھے ہو کر مرا کرتے تو دنیا میں بوڑھوں کی تعداد زیادہ ہوتی۔ سارے سفید داڑھیوں والے نظر آتے۔ حالانکہ جوان زیادہ نظر آتے ہیں، بوڑھے کم۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ بڑھاپے تک پہنچتے ہی نہیں، پہلے ہی ختم ہو جاتے ہیں۔ تو جوانی میں زیادہ اور بڑھاپے میں کم موت آتی ہے۔ یہ محض ایک دھوکہ ہے کہ بڑھاپا آئے گا تو توبہ کر لیں گے۔ بڑھاپا شرط نہیں، پیٹ میں بھی مر جاتے ہیں۔

موت کے لئے کوئی خاص سبب متعین نہیں۔ پھر اس میں اس دھوکہ میں پڑنا کہ جب فلاں بات ہوگی تب توبہ کریں گے۔ آج نہیں کل کریں گے۔ یہ جو کل بات ٹالنے کا عادی ہو گیا ہے جب کل آئے گا تو اگلی کل پر ڈال دے گا۔ وہ کل آئے گی تو اس سے اگلی کل پر۔

اسی طرح کل کل میں رہے گا اور موت کا وقت آ جائے گا۔ یہ بھی نصیب نہیں ہوگی جسے توبہ کرنی ہے وہ آج کرے۔ اس عمر کو غنیمت جانے۔

عمل کا زمانہ جوانی ہے:

بلکہ یہ خیال کرے کہ عمل کا زمانہ جوانی ہے۔ بڑھاپے کا زمانہ عمل کا نہیں ہوتا۔ بڑھاپے کا زمانہ پنشن کا زمانہ ہے۔ اور حق تعالیٰ کے یہاں پنشن دی جاتی ہے۔ جیسے گورنمنٹ کے ہاں پچیس سال کی عمر ہو جائے تو پنشن دے دیتے ہیں۔ مگر (اس دنیاوی) گورنمنٹ بے چاری کے خزانے چھوٹے ہیں۔ اس واسطے وہ آدھی پنشن دیتے ہیں، پوری تنخواہ بھی نہیں دیتے" آدھی تنخواہ دیتے ہیں۔ اللہ میاں کے ہاں پوری پنشن ملتی ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ:

"جو شخص جوانی میں کوئی عمل کرتا تھا بڑھاپا آ گیا طاقت نہیں رہی اور عمل نہیں کر سکتا۔ حق تعالیٰ ملائکہ سے فرماتے ہیں کہ نامہ اعمال میں ثواب لکھتے جاؤ۔ اس لئے کہ اس نے خود نہیں چھوڑا بڑھاپا ہم نے بھیجا ہے، اس کا کوئی قصور نہیں"۔

لہٰذا عمل برابر لکھتے رہو گویا آج بھی عمل کر رہا ہے۔ جو دس مسئلے پڑھتا تھا اور آج وہ بھی نہیں پڑھ سکتا مگر ثواب دس کا ہی لکھتے جاؤ کہ اس کے ارادے کا قصور نہیں ہے۔ لہٰذا جوانی میں عمل اور بڑھاپا پنشن کا زمانہ ہے۔ جس نے جو کچھ کیا جوانی میں کیا اس واسطے جوانی کے اندر یہ لیت ولعل کہ جب بڑھاپا آ جائے گا تب توبہ کریں گے "الٹے بانس بریلی کو" یہ اوندھا قصہ ہے کہ جب پنشن ملنے کا زمانہ آئے تب آدمی کہے کہ میں کام کروں گا۔ جیسے کوئی آدمی سرکار سے کہے کہ صاحب ابھی تو میری عمر پندرہ برس ہے۔ ابھی آپ مجھے ملازم نہ رکھیں جب میں ساٹھ برس کا ہو جاؤں گا تب ملازم رکھیں۔ گورنمنٹ کہے گی تو پاگل ہو گیا ہے۔ ارے ملازمت کا زمانہ جوانی کا ہے۔ بڑھاپا پنشن اور ترک عمل کا زمانہ ہے تو عمل کا زمانہ سمجھ رہا ہے۔

یہی بات دین میں بھی ہے کہ جس نے جو کچھ کیا جوانی میں کیا بڑھاپے میں تو ثواب لوٹنے کا زمانہ ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

من نمی گویم کہ زیاں کن یا بفکر سود باش
اے ز فرصت بے خبر در ہر چہ باشی زود باش

"میں یہ نہیں کہتا کہ کوئی نفع یا نقصان کا کام کرو۔

کہتا ہوں کہ جو کچھ کرنا ہے جلدی کرو۔ اس لئے وقت تھوڑا رہ گیا ہے"۔

تو عمل کا زمانہ یہی ہے جسے توبہ کرنی ہے آج کر لے......کل پر موقوف نہ کرے۔ اس واسطے کہ وعظ سن کر یا دنیا کے ان ذروں سے وعظ سن کر یا دیکھ کر کچھ کرنے کا جذبہ پیدا ہو۔ فوراً کرے ممکن ہے کل یہ جذبہ باقی نہ ہو۔

نوجوانوں کے لئے بہترین ملفوظات:

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے نوجوانوں کے لئے بہت ہی عمدہ نصائح اور ملفوظات فرمائے ہیں۔ وہ بھی درج کئے جاتے ہیں۔

"دینی کتب کا مطالعہ ہمیشہ جاری رکھیں"

حکیم الامت نے فرمایا دینیات کی کتب کھانے پینے کی طرح روزانہ مطالعہ میں رکھیں۔ اس سے اپنے گناہوں کا پتہ چلتا ہے اور نیکیوں کی ترغیب ہوتی ہے۔ میں تجربہ کی بات بتلاتا ہوں کہ ایک دفعہ کا دیکھنا بہت کم یاد رہتا ہے ذہن سے نکل جاتا ہے۔

(تسہیل توبہ 14 معارف اشرفیہ ص145)

لا "لایعنی سوال کا کوئی فائدہ نہیں ہے"

فرمایا مولوی محمد حسین عظیم آبادی جو کہ میرے ایک دوست تھے۔ زمانہ طالب علمی میں کالج کے کسی طالب علم نے سوال کیا کہ آسمان پر کل کتنے ستارے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ مرصودہ معلوم ہیں غیر مرصودہ معلوم نہیں۔ اس طالب علم نے کہا کہ مولوی تعجب ہے سائنس کا اتنا ضروری مسئلہ اور آپ کو اس کی اطلاع نہیں۔ مولوی نے فرمایا کہ اچھا بتلایئے کہ سمندر میں کس قدر مچھلیاں ہیں۔ اس طالب علم نے کہا کہ مجھے تو علم نہیں' مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ افسوس کہ آپ سائنس کے اس قدر دلدادہ ہیں اور آپ کو زمین کی چیزوں کی بھی اطلاع نہیں تو مجھ کو آسمان کے تاروں سے اطلاع نہ ہونے سے کیا تعجب۔

(اکمال الصوم والعید ص21 معارف اشرفیہ ص135)

نتیجتاً آج ہمارے نوجوانوں کی بھی یہی حالت ہے۔ نماز اور وضو جنازہ کے مسائل نوجوانوں کے لئے اردو کی دینی کتابوں کا مطالعہ بھی نافع ہے۔ فرمایا نوجوان لڑکے تو مسجد میں عربی کا سبق شروع کردیں۔ کیا چوبیس گھنٹوں میں ایک گھنٹہ علم دین کے لئے نہیں نکال سکتے؟ اگر روزانہ نہیں تو ایک ہفتے میں دو دن ہی اگر عربی کی کتابیں نہ پڑھیں تو کوئی بات نہیں ہے۔ کچھ میں نہیں آتا تو نشان لگائیں پھر جب موقع ملے کسی عالم دین سے پوچھ لیں۔ اگر ان پڑھ ہیں تو کسی عالم دین کو مقرر کریں کہ محلے میں کم از کم ہفتہ میں ایک دن مسائل سنا دیا کریں۔ اگر ہفتہ میں ایک دن ایسا ہو جائے تو اندازہ کرو سال میں کتنے اور عمر بھر میں کتنے مسائل معلوم ہو جائیں گے۔

(طلب العلم 21 معارف اشرفیہ ص126)

جوانی میں گناہوں کو چھوڑ دو بڑھاپے میں آسودہ رہو گے:

فرمایا کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اگر تم کو یہ منظور ہو کہ بڑھاپے میں آسودہ رہو تو جوانی میں گناہوں کو چھوڑ دو۔

خصوصاً دو چیزوں کو ایک حسن پرستی اور دوسرے خوش آوازی میں مبتلا ہونا' ان دونوں سے بالخصوص بچو ورنہ بڑھاپا آئے گا اور قلب میں بے چینی پیدا ہو گی۔

(تربیت ص14 معارف اشرفیہ ص78)

دعوت عمل:

اے نوجوانو!......عنقریب موت آنے والی ہے جو لذتوں کو ختم کردے گی اور جتھوں کو توڑ دے گی۔ بچپن گذر گیا اب بیکار کاموں کو چھوڑ دو اور بے جا خوشی اور مسرت سے کنارہ کش ہو جاؤ۔

اے نوجوانوں......! لاپرواہی اور چشم پوشی کا وقت گزر گیا۔

اے نوجوانو......! اب اللہ کے احکامات کے بجا لانے کا وقت آ گیا ہے، اللہ واحد کے احکامات کی اطاعت کا وقت آ گیا ہے۔

اے نوجوانو......! اس جوانی کو غنیمت جانو کہیں ایسا نہ ہو کہ بڑھاپے میں کہو اے کاش جوانی واپس لوٹ آئے۔ یاد رکھو پھر جوانی قیامت تک نہیں آئے گی۔ اگر تم سیاہ خضاب سے سارے سفید بالوں کو سیاہ کرلو۔ پھر بھی جوانی کی کوئی علامت واپس نہیں آئے گی۔ اس لئے وقت کو غنیمت جانتے ہوئے نیک کام کرو۔ پھر ایک فریادی پرندے کی طرح آواز لگاؤ گے مگر ہاتھ کچھ نہیں آئے گا۔

آتا ہے یاد مجھ کو گزرا ہوا زمانہ
وہ باغ کی بہاریں وہ سب کا چہچہانا

آخری اپیل:

مسلمانو! چلو آؤ بنو فوج رسول اللہ
کرو اسلام کی خدمت کھڑے ہو جاؤ بسم اللہ

قابل قدر نوجوانو......! اس مختصر مقالہ میں آپ نے اپنے بارے میں ایک سوچ تو پیدا کر لی ہو گی کہ ہم مسلمان ایک بہت ہی پرانا سبق بھول چکے ہیں۔ اب اسی سبق کو دوبارہ یاد اور تازہ کرنے کا وقت آیا ہے۔

آیئے تمام دنیاوی کاموں کو چھوڑ کر سب سے پہلے اللہ کے دین کو سیکھیں۔ اس پر خود عمل کریں۔ دوسروں کو کرائیں۔ اس کے لئے اگر جان کی ضرورت ہو تو وہ بھی پیش کردیں۔

اے اللہ......! ہمیں دین پر عمل پیرا ہونے اور اس کا بول بالا کرنے کے لئے ہمیں اپنی جان تک قربان کردینے کی ہمت اور توفیق دے۔ آمین۔

(بقیہ مسلمانوں کا عروج وزوال)

حیرت انگیز عالمگیر اور عظیم الشان طاقت اور قوت پیدا کر لی۔ شام و مصر کو انہوں نے فتح کر لیا۔ انہوں نے (صحابہ کرام نے) ایران کو زیر وزبر کردیا۔ مغربی ترکستان کے ایک حصہ پر قبضہ کر لیا۔ بربریوں وغیرہ سے افریقہ چھین لیا بحیرہ روم سے اسپین کا علاقہ لے لیا مغرب سے فرانس اور مشرق میں قسطنطنیہ ان سے خائف رہنے لگے۔ بالآخر سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں یہ قسطنطنیہ وغیرہ بھی فتح کر لئے گئے تھے جس کی نوید حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں مغفور لہم والی حدیث میں واضح کردی تھی جو بخاری شریف میں موجود ہے۔ اسی کتاب میں جدید دنیائے اسلام کا مصنف مزید لکھتا ہے کہ:

اسلام کی اس عظیم الشان کامیابی پر جس قدر ہم غور کرتے ہیں اس قدر تعجب میں اضافہ ہوتا ہے اور عقل حیران رہ جاتی ہے تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ دنیا کے تمام مذاہب نے بتدریج نشوونما پائی' مشکلات اور رکاوٹوں کا مقابلہ کرتے ہوئے بہت ہی سست رفتار سے کامیابی حاصل کی اور اس وقت تک کوئی قوت حاصل نہ کر سکے جب تک کہ کسی ایسے زبردست بادشاہ یا طاقتور حکمران کی حمایت حاصل نہ ہوئی۔ جس نے اس مذہب کو قبول کر کے اس کی تائید وتبلیغ میں اپنی تمام قوتیں صرف کردیں۔

علامہ علی شیر حیدری مدظلہ کی برطانیہ میں کی گئی اصلاحی و معلوماتی تقاریر

(انتخاب) حافظ عبدالحمید یوکے (ترتیب) حافظ محمد ندیم قاسمی (ناشر) ادارہ تعلیم القرآن ٹرسٹ
ڈیٹروڈ مڈ کاسٹ ایئن ڈیویوکے

اللہ کی توحید و محبت	سب کچھ اللہ کا	مسئلہ حاضر ناظر
گستاخ رسول کون ؟	صحابہ کی تابعداری	توحید و سنت
ختم نبوت	صحابہ عکس محمد	اللہ کافی ہے
صحابہ بمنزلہ کعبہ	کمالات جسم محمد	ضد اور صراط مستقیم
مقام صحابہ	نفع و نقصان	خلافت راشدہ
جنت یا جہنم	انسانی زندگی کا ریکارڈ	جرم یا عبادت
ابوبکر کا پہلا نمبر	عالم الغیب صرف اللہ ہے	عظمت قرآن
اصحاب رسول	عظمت رسول	حکیم لقمان
شان صحابہ اہل حق کا طریقہ	خلفاء راشدین	برکات بیت اللہ
عظمت آدم علیہ السلام	حق و باطل	اہمیت دین
حبیب اللہ کلیم اللہ	صدیق و فاروق	صحابہ کرام کا فکر آخرت
قرآن مبین	اسم محمد	اعمال کا ریکارڈ
اہل بیت کون ؟	صحابہ امتحان میں پاس	ایمان کی محبت اور پہچان
اجتماع قیامت	اچھائیوں کی تعلیم	اسلام میں عورت کا مقام

ملنے کا پتہ

بسم اللہ پبلیکیشنز

علی سنٹر فرسٹ فلور منشی محلہ گلی نمبر 8 بھوانہ بازار فیصل آباد

فون: 041-2604175 موبائل: 0300-7610220
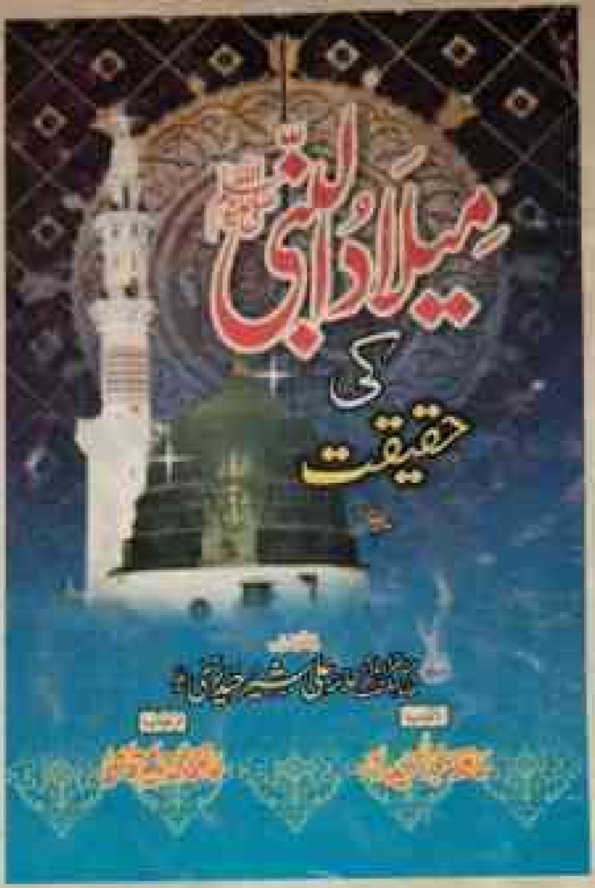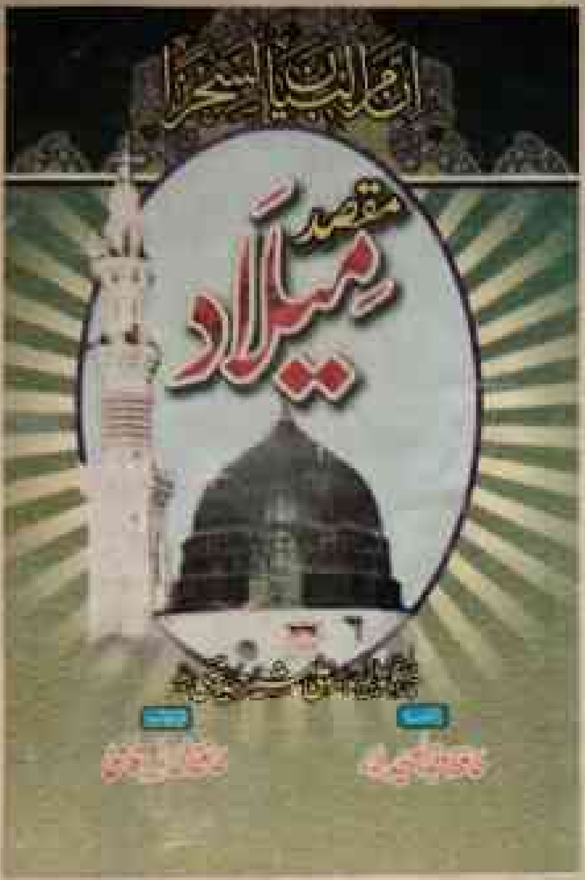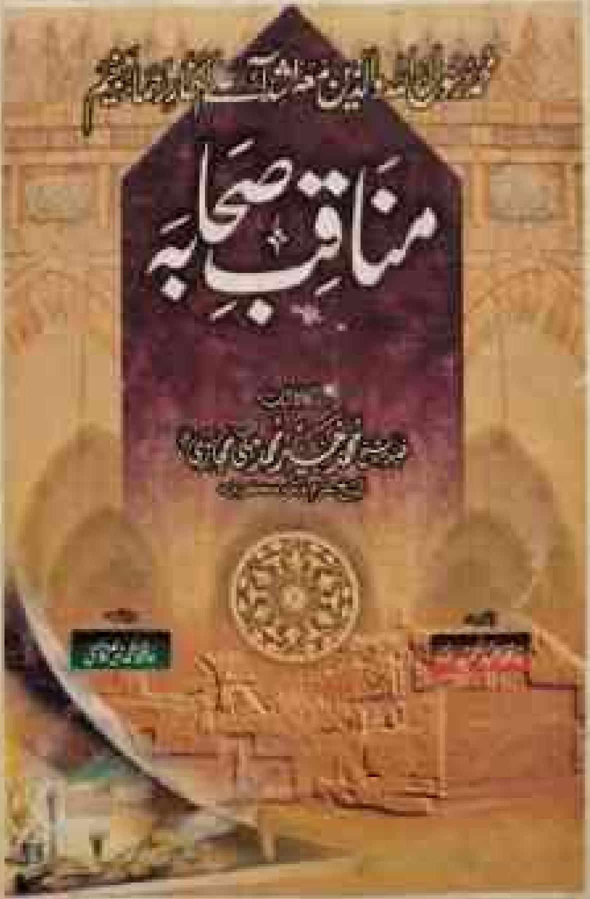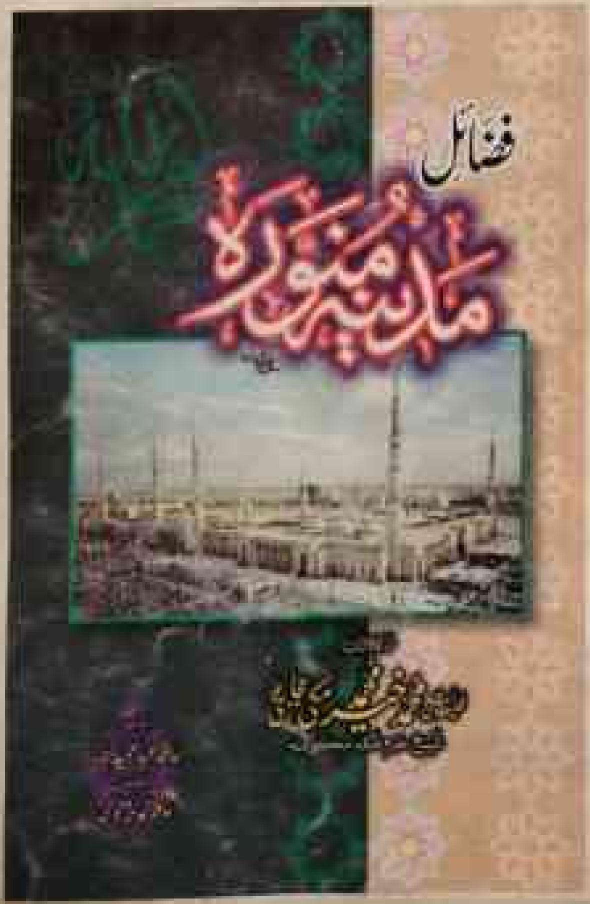
بسم اللہ پبلیکیشنز کی مطبوعات